زیر سرپرستی

داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی

ماہنامہ خضرراہ دہلی

جلد 1

شمارہ 4

رجب۔شعبان ۱۴۳۳ھ

جون ۲۰۱۲ء

مجلس ادارت

مولانا حسن سعید صفوی
مولانا محمد عمران ثقافی
مولانا کتاب الدین رضوی
مولانا قمر احمد اشرفی
مولانا سجاد عالم مصباحی
ڈاکٹر شہزاد انجم
جناب احمد جاوید

مدیران

محمد جہانگیر حسن ۔ شوکت علی سعیدی

نائبین مدیر

محمد آفتاب عالم۔ ابرار رضا مصباحی

مجلس منتظمہ

سرکولیشن منیجر : ساجد سعیدی
اشتہار منیجر : موسیٰ رضا
تزئین کار : منظر سبحانی

مجلس مشاورت

حافظ حسین سعید صفوی
مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی
مولانا ذیشان احمد مصباحی
مولانا اشتیاق عالم مصباحی
مولانا شاہد رضا ازہری
مولانا عارف اقبال
شاکر عالم مصباحی
مولانا غلام مصطفیٰ ازہری

نوٹ:
مضمون نگار کے افکار ونظریات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔ادارہ

مراسلت کا پتہ:

ماہنامہ خضرراہ
F-464جیت پور پارٹ II،نزد کھجوری مسجد بدر پور،نئی دہلی۔۴۴
KHIZR-E-RAH(Monthly)
F-464, Jaitpur II, Near Khajuri Masjid
Badarpur, New Delhi.44
E-Mail-khizrerah@gmail.com
Mobile: 09312922953

قیمت فی شمارہ	: 20روپے
قیمت سالانہ	: 200
قیمت سالانہ سرکاری ادارے ولائبریری	: 500
بیرون ممالک	: 40/امریکی ڈالر
لائف ممبرشپ	: 5000

پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر شوکت علی نے حرمین آفسیٹ پریس 632 رنگ محل، چاندنی محل، نئی دہلی 2، سے طبع کراکر آفس ''ماہنامہ خضرراہ'' F-464جیت پور پارٹ II،نزد کھجوری مسجد بدر پور، نئی دہلی۔44 سے شائع کیا۔

نوٹ: رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابل سماعت ہوگا

ناشر: شاہ صفی اکیڈمی/ جامعہ عارفیہ سید سراواں، کوشامبی، الہ آباد (یوپی)

خضرِ راہ

علم وعرفان

حمد و مدح: سید ضیا علوی، شاہ احسان اللہ محمدی
عرفانی مجلس: شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی
زمان، مکان اور...: شوکت علی سعیدی
سورۂ عصر: اشتیاق عالم مصباحی
اخوت و محبت: مولانا مقصود احمد سعیدی
نماز کے واجبات: مولانا یعقوب خان
اسرار التوحید: شیخ محمد بن منور

مضامین

شیخ محمد رشید: ابرار رضا
امام غزالی کا پیغام...: غلام مصطفیٰ
ظاہری و باطنی گناہ: اشتیاق عالم
مومنانہ صفات: امام الدین
لاحول و لا قوۃ...: ضیاء الرحمٰن
بیعت وارادت: غلام مصطفیٰ ازہری
اسلام اور تجارت: شاہد رضا ازہری
غصہ و ناراضگی: مبشر حسن مصباحی
ماہ شعبان اور...: جہانگیر حسن
معراج نبوی: شاہد رضا ازہری

گوشۂ خواتین

کامیاب زندگی...: ام حبیبہ
... عورت کا محافظ: فاطمہ ذیشان

بزم اطفال و طلبہ

خضرِ دوراں: شاہ احسان اللہ محمدی
پاکیزہ سوچ: غزالی شاداب
معرفت الٰہی: جنید سعیدی
علم میراث: سعود عالم
قومی کونسل: شوکت علی

حمد و مدح

بے تاج سلطانی کرے

تو جسے چاہے وہی تیری ثناخوانی کرے
ملک حمد و نعت میں بے تاج سلطانی کرے

تو اگر چاہے بدل دے اپنی قدرت سے مزاج
پھول کر دے آگ کو اور ریت کو پانی کرے

حادثوں کے شہر میں ہر ہر قدم پر اے خدا
بس ترا اک نام ہی میری نگہبانی کرے

سوچتا ہوں اس کی قسمت کتنی اچھی ہے خدا
جو دیار مصطفیٰ میں کوچہ گردانی کرے

بعد اصحاب محمد حمد میں اور نعت میں
اے ضیا اب کون دعوائے سخن دانی کرے

سید ضیا علوی صاحب

بس اک چشم رحمت کے محتاج ہیں ہم

بس اک چشم رحمت کے محتاج ہیں ہم
شفیع الوریٰ رحمت ہر دو عالم
ترا ذکر ذکرِ خدا یا محمد ﷺ
ترا اسم ہے با خدا اسم اعظم
اگر تو نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا
حیات دو عالم ترے دم سے قائم
ترا جسم اقدس ہے نور مجسم
تجلئ حق باعث خلق آدم
ترا نام صل علیٰ یا محمد ﷺ
سکون دل و راحت جان عالم
یہ سب پیر و مرشد کا ہے فیض ورنہ
کہاں بارگاہ رسالت کہاں ہم
سعید اللہ اللہ خدا کا مقرب
غلام غلامانِ شاہ دو عالم

شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی

عرفانی مجلس

افادات: شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی/ ترتیب: مجیب الرحمٰن علیمی

نماز وہی جو برائی سے روک دے

حضور داعی اسلام ادام اللہ ظلہ علینا سے سوال کیا گیا کہ سرکار ہماری نماز کیسی ہونی چاہیے؟ آپ نے فرمایا: نماز ایسی ہو جو برائی اور بے حیائی سے روکے۔ ” إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ۔“(عنکبوت:۴۵)

نماز تو وہی ہے جو بے حیائی اور بری باتوں سے روک دے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب نمازی کو نماز میں خشوع اور خضوع حاصل ہوگا۔ ایسا نمازی ہی کامیاب اور فلاح پانے والا ہے اور اُسے ہی متقی کہا جائے گا: ”قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۔“(مومنون:۱،۲) یعنی وہی مومن کامیاب ہیں جو خشوع اور خضوع کے ساتھ اپنی نماز پڑھتے ہیں۔

ایک شخص کو جب ہر دن پانچ وقتوں میں اللہ کا خوف اور اس کی خشیت حاصل ہوگی تو پھر اس کا دن اور رات ہر آن تقویٰ کے ساتھ گزرے گا، مگر خشوع اور تقویٰ والی نماز تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے ظاہر و باطن کو پاک اور ستھرا بنالیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مِفْتَاحُ الصَّلاةِ الطُّهُور ۔“(ترمذی، کتاب الصلاۃ) یعنی پاکی نماز کی کنجی ہے۔

طہارت کی دو قسمیں ہیں، (۱) ظاہری (۲) باطنی۔

ظاہری طہارت یہ ہے کہ نمازی صاحب غسل اور صاحب وضو ہونے کے ساتھ اپنے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا سے دوسروں کو محفوظ رکھتا ہو، اور ظلم و زیادتی سے باز رہتا ہو۔

باطنی طہارت یہ ہے کہ اپنے قلب کو بغض و حسد اور ان جیسی رذیل خصلتوں سے پاک رکھے، بلکہ مرد مومن کو چاہیے کہ ماسوا اللہ سے قلب کو خالی رکھے، یہ ہے باطنی طہارت۔

جب ہم طہارت ظاہری کے ساتھ طہارت باطنی بھی حاصل کرلیں تو اب لازم ہے کہ ہم اپنے نفس کو آراستہ کریں، اسے اخلاق حسنہ سے مزین کریں، اوصاف حمیدہ کا خوگر بنائیں، لوگوں تک بھلائی اور سلامتی پہنچانے کی کوشش کریں، پھر نماز کے قریب آئیں: ” خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِد ۔“(اعراف:۳۱) یعنی ہر سجدہ کے وقت اپنے آپ کو آراستہ کرو۔

اب جبکہ ہم نے اپنے آپ کو پاک کرلیا اور اپنے نفس کو تمام اوصاف رذیلہ سے منزہ کر کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ سے مزین کرلیا تو ہم کو حقیقی طہارت حاصل ہو چکی اور حقیقی نماز کی کنجی ہاتھ آگئی، لہٰذا اب ہماری نماز بھی حقیقی نماز ہوگی اور ہماری نماز میں خشیت بھی پیدا ہوگی، پھر ہمیں تقویٰ حاصل ہوگا اور پانچ وقتوں کی ہماری یہ نمازیں تمام تر برائیوں اور بے حیائیوں سے روکنے والی ہوں گی اور ”إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَر ۔“ کی صداقت کا مشاہدہ کھلی آنکھوں سے کرسکیں گے۔

زمان، مکان اور اخوان

اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی میں جس طرح خوشی اور مسرت عطا کی ہے اسی طرح دکھ اور تکلیف بھی دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ زمان، مکان اور اخوان تینوں بہتر و موافق حال ہوں تو ایک عجیب وغریب مسرت کا احساس ہوتا ہے۔ اس میں ایک ایسی خوشی ملتی ہے جس کی تلاش ہر انسان کو ہمیشہ رہتی ہے، لیکن بہت کم خوش نصیب ایسے ہوتے ہیں جن کو یہ دولت میسر آتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جنھیں یہ دولت مل جائے ان کی زندگی نہایت ہی کامیابی و کامرانی کے ساتھ گزرتی چلی جاتی ہے اور جو اس دولت سے محروم رہتے ہیں انھیں گھٹ گھٹ کے جینے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔

اب ذرا اس کی تفصیل جانتے ہیں کہ زمان، مکان اور اخوان کی حقیقت ہے کیا؟

زمان: زمان وقت کو کہتے ہیں، اسی سے زمانہ ہے۔ عام طور پر جب کوئی ناموافق واقعہ ہوتا ہے تو لوگوں کی زبان پر فوراً یہ جملہ جاری ہوتا ہے کہ: ''زمانہ بہت خراب ہے۔'' جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ زمانہ اچھا رہے۔ اگر غور کریں تو زمانہ اپنے آپ میں کوئی چیز نہیں ہے، ہاں! ایک زمانے میں زندگی گذارنے والے افراد کے مجموعی اثرات سے زمانے کے اچھا یا برا ہونے کا تصور کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمانے میں تبدیلی کی صورت رکھی ہے۔ رات بنائی، دن بنایا۔ صبح، دوپہر اور شام بنائے۔ ان سب کی اپنی خصوصیتیں ہیں، ان ہی تمام اوقات کو جب جمع کیا جائے تو زمانے کی شکل بنتی ہے۔

کوئی انسان اپنی دنیاوی زندگی میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ زمانے سے باہر ہے، اگر اس کی زندگی ہے تو وہ کسی نہ کسی وقت، یعنی زمانے میں مقید ہے۔ کسی کے لیے دن زیادہ موافق ہے تو کسی کے لیے رات، کسی کے لیے صبح بہتر ہے تو کسی کے لیے شام۔ اسی زمانے میں موسم بھی داخل ہے، یعنی سردی، گرمی اور برسات۔

اسی طرح کسی کو سردی پسند ہے تو کسی کو گرمی یا پھر کسی کو برسات۔ زمانہ مختلف ہے اور اس میں اختلاف ہونے کی وجہ یہی ہے کہ لوگوں کی پسندیں مختلف ہیں اور اسی اعتبار سے ایسی تخلیق کی گئی ہے۔ اس کی ایک مقدار متعین کر دی گئی ہے تاکہ کسی کو یہ شکایت نہ رہے کہ اسے جو وقت اور موسم پسند ہے وہ نہیں ملتا۔ جس شخص کا کام شام کو اچھا ہوتا ہے اور موسم کے اعتبار سے جاڑے کا موسم مناسب ہے تو اس کی خواہش یہی رہتی ہے کہ کاش! شام ہی شام ہوتی اور صرف جاڑے کا ہی موسم ہوتا، لیکن یقین مانیں کہ جو مقدار اللہ نے متعین کر دی ہے اس سے گھٹ بڑھ جائے تو وہ انسان پھر یہ دعا کرنے پر مجبور ہو جائے گا کہ وہی مقدار بہتر تھی، ٹھیک اسی طرح کہ لذیذ کھانا دیکھ کر دل یہی کہتا ہے کہ ہر وقت ایسا ہی لذیذ کھانا ملے لیکن اگر اسے مسلسل وہ کھانا ملنے لگے تو وہ اُوب جاتا ہے اور کہتا ہے کہ کھچڑی، دال یا چاول ہی کھلاؤ۔

حاصل یہ کہ زمان وہ وقت ہے جس میں ہم اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

مکان: مکان جگہ کو کہتے ہیں۔ ہر انسان جس طرح کسی نہ کسی وقت میں ہوتا ہے اسی طرح کسی نہ کسی جگہ میں ہوگا، اس سے اپنے آپ کو باہر نہیں رکھ سکتا۔ زمانے کی طرح جگہ کے بارے میں بھی لوگ کہتے ہیں کہ فلاں جگہ بہت خراب ہے، یا فلاں جگہ

بہت بہتر ہے۔خراب اور بہتر کا تصور بھی نفس جگہ سے نہیں ہے بلکہ زمان کے موافق وغیر موافق ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے یا وہاں پر رہنے والے افراد (اخوان) کی خصلتوں اور عادتوں کی وجہ سے ہوتا ہے، جیسے کچھ جگہیں ایسی ہوتی ہیں جہاں پر گرمی زیادہ پڑتی ہے یا برسات زیادہ ہوتی ہے، کچھ جگہیں ایسی بھی ہیں جہاں رات ہی رات ہوتی ہے تو اُن غیر موافق اوقات کو دیکھتے ہوئے زبان سے برملا نکلتا ہے کہ ''وہ جگہ اچھی نہیں ہے''، اسی طرح کسی جگہ پر بسنے والے افراد بے وفا، خودغرض اور دغاباز ہوں تو اس جگہ کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ ''وہ جگہ اچھی نہیں ہے''، یوں ہی جہاں خوش گوار موسم رہتا ہو یا لوگ وفادار، ملنسار اور خوشی وغم میں شریک ہونے والے ہوں تو وہاں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ''وہ جگہ بہت اچھی ہے''۔

اخوان :اخوان کا مطلب ہے ہم خیال، ہم مزاج اور ہم طبیعت افراد۔ جب کسی جگہ چند ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ایک ہی پیشے سے تعلق رکھتے ہیں تو اُن کے مجموعے کو ہم اخوان کہتے ہیں۔شریف انسان یہ چاہتا ہے کہ شریفوں کی ایک پوری جماعت ہمیں مل جائے اسی طرح رذیل شخص شریفوں کے بیچ میں رہنا پسند نہیں کرتا، وہ اپنی خصلت کے انسانوں کی جماعت ڈھونڈتا ہے اور اسی طرح کی سوسائٹی میں رہنا پسند کرتا ہے۔

ایک خاص صفت وعادت والا فرد اپنی جیسی ہی صفت وعادت والے شخص کا طالب ہوتا ہے اور جب اسے ایسا شخص مل جاتا ہے تو خوب بہتر جوڑی جمتی ہے، اس سے جدا ہونا بھی پسند نہیں کرتا، لیکن اس دنیاوی زندگی کو دو تین ہم عادت وہم خیال افراد کے بیچ میں نہیں گزارا جا سکتا بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر ایسی سوچ وفکر رکھنے والے افراد کی ضرورت پڑتی ہے۔ایسی صورت میں اس طرح کے افراد کی تلاش شروع ہو جاتی ہے جو ہم خیال اور موافق ہوں، ایسے افراد کے نہ ملنے کی صورت میں ہم ہر طرح کی کوشش اور جتن کر کے لوگوں کو اپنا ہم فکر وہم خیال بناتے ہیں اور جہاں جہاں ہمارا بس چلتا ہے وہاں ہم کوشش بھی کرتے ہیں۔ پہلے اپنے گھر والوں کی ذہنیت میں ہم آہنگی لاتے ہیں پھر اپنے نوکر چاکر سے بھی یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ان کی طرح ہو جائیں اور ہماری یہ کوشش مرتے دم تک کسی نہ کسی شکل میں باقی رہتی ہے۔

کس طرح کے زمان و مکان اور اخوان کی طلب ہو؟

ہر شخص اپنی طبیعت کے مطابق زمان مکان اور اخوان چاہتا ہے۔جس شخص کو صالح زمان، پاکیزہ مکان اور بہتر اخوان مل جائے تو اس کی زندگی ہمیشہ خوش گوار نظر آتی ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مختلف زمان و مکان اور اخوان کی موجودگی میں کس طرح کے زمان و مکان اور اخوان کی طلب کی جائے۔ایک دنیا کی ترقی چاہنے والا شخص یہی خواہش رکھے گا کہ اس کی زندگی میں جو پلاننگ ہے اس کے لیے صحیح وقت (زمان) مل جائے مناسب جگہ (مکان) مل جائے اور اس کے من پسند افراد (اخوان) مل جائیں، تاکہ اس کی پلاننگ کامیاب ہو۔اسی طرح ایک دین کی راہ میں ترقی چاہنے والا شخص اس چیز کا طالب ہوتا ہے کہ اس کے لیے صحیح وقت مل جائے جس میں وہ عبادت کرے، ایسی جگہ مل جائے جہاں اسے ہر طرح کے فتنہ وفساد سے محفوظ رہنے کا موقع ملے اور ایسے افراد مل جائیں جو دین کی راہ میں معاون و مددگار ثابت ہوں۔

اب ہمیں غور یہ کرنا ہے کہ ہم دنیا کی ترقی کے لیے صالح زمان، پاکیزہ مکان، بہتر اخوان کی تلاش وجستجو میں اپنی زندگی صرف کر رہے ہیں یا دین کی راہ میں ترقی کے لیے صالح زمان، پاکیزہ مکان اور بہتر اخوان کی طلب میں ہیں۔اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ ہمیں ایسے زمان و مکان اور اخوان کی طلب کرنے کی توفیق دے جس سے ہماری دنیا بھی بہتر ہو اور آخرت بھی بہتر ہو۔

سورۂ عصر

”وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ.“ یعنی زمانہ کی قسم ایمان والے، نیک عمل کرنے والے، حق کی وصیت کرنے والے اور صبر کی تلقین کرنے والوں کے سوا پورے انسان گھاٹے میں ہیں۔

اس سورہ میں خاص طور پر درج ذیل چیزوں کا بیان ہوا ہے:

وَالْعَصْر:

یعنی وقت اور زمانہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہی معنی مراد ہے۔ حضرت ابومسلم کا قول ہے کہ عصر سے مراد، دن کے دونوں حصے یعنی صبح وشام ہیں۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ: عصر سے مراد زوال سے لے کر غروب تک کا وقت ہے اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ دن کا آخری حصہ مراد ہے۔

اللہ دن کے اس حصے کی قسم کھا کر بندے کو تنبیہ فرما رہا ہے کہ اب بازار کا وقت ختم ہونے والا ہے کمانے کا وقت ختم ہو رہا ہے، ابھی بھی خاموش بیٹھے رہے اور کچھ کمائے بغیر گھر لوٹے تو بچے اپنا حق مانگیں گے اور تمھیں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایسے ہی دنیا کا وقت قیامت سے بہت قریب ہے۔ تم نے ابھی تک اس گھر کے لیے تیاری نہیں کی ہے حالانکہ تمھیں خوب معلوم ہے کہ کل اُن تمام نعمتوں کا تم سے سوال ہوگا جو تمھیں دنیا میں دی گئی تھیں۔ اسی طرح بندوں کے ساتھ تمھارے معاملات کے بارے میں بھی تم سے پوچھا جائے گا۔ ہر مظلوم کو اس کا حق دلوایا جائے گا اس وقت تم خسارے اور گھاٹے میں ہو گے۔

الانسان:

انسان سے مراد جنس انسان ہے جس میں مومن اور مشرک سب شریک ہیں یا پھر انسان سے مراد خاص انسان یعنی کافر مراد ہے۔ اگر جنس انسان مراد ہو تو ایسی صورت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والا وہ کافر ہوگا جو اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرائے اور کم نقصان والا وہ مومن ہوگا جو عمل صالح کے ساتھ برائی کی بھی آمیزش کرے۔

خسر:

اس لفظ کا معنی ہے اصل مال کا ختم ہونا یا اس میں نقصان ہونا۔ لفظ 'خسر' میں تنوین تعظیم کے لیے ہے جس کا معنی ایسا نقصان ہے جس کی حقیقت صرف اللہ کو معلوم ہو۔

علامہ فخر الدین رازی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ: ہر شخص گھاٹے اور نقصان میں مبتلا ہے، کیوں کہ انسان کی اصل پونجی اس کی زندگی ہے جو تیزی کے ساتھ گذر رہی ہے۔

اگر انسان معصیت اور گناہ میں مصروف ہے تو یہ اس کے نقصان کا باعث ہے اور اگر جائز کام میں زندگی گزار رہا ہے تو بھی خسارے میں ہے، کیوں کہ بندہ ایسے کام پر قادر تھا جس سے فائدہ حاصل ہو، قدرت کے باوجود بے فائدہ کام میں لگے رہنا نقصان دہ ہے۔ ہاں! اگر طاعت وعبادت میں بندہ زندگی گزارے تو عبادت کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں جس کی کوئی حد نہیں ہے، اگر اعلیٰ اور عمدہ کیفیت کے ساتھ عبادت کر سکتا تھا لیکن اس کے باوجود اس طریقے کو چھوڑ دیا تو یہ بھی ایک قسم کا نقصان ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا (مومنین)

یعنی وہ لوگ جواللہ کی تصدیق اور وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں

ایمان:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو کچھ لے کر آئے اُن تمام کی اس طرح تصدیق کرنا کہ ذرہ برابر بھی شک کی گنجائش نہ ہو۔

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (صالحین)

اور جو کچھ اللہ نے ان کے ذمے لازم کیا ہے اُسے انجام دیتے ہیں اور حرام کاموں سے بچتے ہیں۔

عمل صالح:

یعنی ایسے عمل جس کے اندر کسی طرح کا فساد اور خرابی نہ ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ." (البینہ:۵) بندوں کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ تمام چیزوں سے منہ موڑ کر صرف اللہ ہی کی عبادت کریں۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ: (حق کی وصیت)

حق سے مراد ایسا یقینی امر ہے جس کا انکار نہ کیا جا سکے، مثلاً اللہ، ایمان، قرآن یا ہر وہ نیک امر جو اعتقاد یا عمل سے تعلق رکھتا ہو، اگر حق سے مراد اللہ ہو تو اب معنی یہ ہوگا کہ بندے کے حال کے مطابق اللہ کے غضب کا خوف اور اس کی رحمت کی امید دلاتے رہے اور اگر ایمان وقرآن دونوں مراد ہوں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ایمان کے تقاضوں اور قرآنی احکام کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین اور وصیت کرے۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ: (صبر کی تلقین)

یعنی ایک دوسرے کو طاعت پر جمے رہنے اور گناہوں سے بچنے کی وصیت کرتے ہیں۔ صبر ایک ایسی قوت کا نام ہے جس سے انسان مشقتوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنے پر قادر ہو۔

دیلمی نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبر کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ مصیبتوں پر صبر کرنا ۲۔ طاعت و بندگی پر جمے رہنا
۳۔ گناہوں سے الگ رہنا۔

جو اپنی تجارت میں نقصان اٹھانے والے نہیں ہیں، ان کے اندر چار صفتیں موجود ہوتی ہیں:

۱۔ ایمان، ۲۔ عمل صالح، ۳۔ حق کی وصیت، ۴۔ صبر کی تلقین

خسارے اور نقصان سے بچنے کے لیے محض ایمان وعمل کافی نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کو خیر کی دعوت اور صبر کی تلقین کرنا بھی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھا کر انسانیت کی ہلاکت ونجات اور نفع ونقصان کو اس سورۃ میں بیان فرمایا ہے۔ ہلاکت انسان کا مقدر ہے وہ کبھی بھی اس سے نہیں بچ سکتا، کیوں کہ ہر لمحہ انسان پر اللہ کی نعمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں، جس کی واضح دلیل نفس انسانی یعنی سانس ہے اور ظاہر ہے کہ بندہ ہر سانس کے بدلے شکر ادا کرنے سے مجبور ہے لیکن اس کے باوجود اللہ نے محض اپنی رحمت سے ہمیں یہ درس دیا کہ اگر ان خوبیوں کا تم حامل ہو جاؤ تو تمہاری برائیاں، بھلائیوں میں بدل جائیں گی۔

غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے زمانے کی قسم کھا کر یہ واضح اشارہ کر دیا ہے کہ ایک پر امن اور منظم معاشرے کا وجود اسی وقت ممکن ہے، جب ہر شخص ایک اللہ کو حاکم، مالک اور متصرف مانے، پھر اسی کے حکم کے مطابق عمل کرے اور عمل کی تلقین کرے تو یقیناً یہ باتیں اس کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں امن وامان کی ضامن ہوں گی۔

اے اللہ: ہم سب کو مومنین، صالحین اور صابرین کی صف میں شامل کرے۔ (آمین)

مولانا مقصود احمد سعیدی

اخوت و محبت

اللہ رب العزت کا بے پناہ شکر واحسان ہے کہ اس نے ہمیں اسلام وایمان کی نعمت اور دولت سے مالا مال فرمایا اور اسلامی اخوت ومحبت قائم کرنے کی خاطر اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کا حکم بھی فرمایا کہ: اے مومنو! تم آپس میں بھائی بھائی ہو، لہٰذا اپنے بھائیوں میں صلح کراؤ اور اللہ رب العالمین سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُون.'' (حجرات:۱۰)

ترجمہ: مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں میں صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو تا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی رحمت کے سائے میں لے لے۔

اور آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ تَحَاسَدُوا وَلاَ تَنَاجَشُوا وَلاَ تَبَاغَضُوا وَلاَ تَدَابَرُوا وَلاَ يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا. الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يَخْذُلُهُ وَلاَ يَحْقِرُهُ، التَّقْوَى هٰهُنَا وَيُشِيرُ إِلٰى صَدْرِهٖ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ.'' (مسلم، البر، باب تحریم ظلم المسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، کسی کی بیع پر بیع نہ کرو اور خرید وفروخت میں کسی طرح کا دھوکہ نہ کرو۔

اللہ کے بندے! بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، کوئی کسی پر ظلم نہ کرے نہ اس کو رسوا کرے اور نہ حقیر جانے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے۔ کسی شخص کی برائی کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو برا جانے، ایک مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

یعنی اپنے بھائی کا خون بہانا، اس کا مال ہڑپ لینا اور اس کی عزت کو داغدار کرنا ایک مسلمان کے لیے حرام ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کا مکمل خیال رکھنا چاہیے تا کہ اللہ رب العزت اپنی رحمت کی آغوش میں جگہ عنایت فرمائے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِى الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَاللّٰهُ فِى عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِى عَوْنِ أَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ

فِیهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِیقًا إِلَی الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِی بَیْتٍ مِنْ بُیُوتِ اللّٰهِ یَتْلُونَ کِتَابَ اللّٰهِ وَیَتَدَارَسُونَهُ بَیْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِینَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ وَذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ یُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ." (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیاوی مشکلات میں سے کوئی مشکل دور کی تو اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی مشکلات دور کردے گا اور جس شخص نے کسی تنگ دست کے لیے آسانی پیدا کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی پیدا کردے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور جب تک کوئی بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا رہتا ہے اور جو شخص طلب علم کے لیے کسی راستے پر چلا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کردے گا اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں کچھ لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت اور اس کے درس کے لیے جمع ہوتے ہیں تو اُن پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور انھیں رحمت الٰہی ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے اُن کو گھیر لیتے ہیں جو فرشتے اللہ کے پاس ہیں اللہ تعالیٰ اُن فرشتوں میں اُن کا ذکر کرتا ہے اور جس شخص کے اعمال اس کو پیچھے کر دے، اس کا نسب انھیں آگے نہیں بڑھائے گا۔

اس لیے اگر کوئی شخص اللہ کی پناہ چاہتا ہے تو اس کو اللہ کے بندوں کی مدد اور اُن کی برائیوں پر پردہ ڈالنا چاہیے، بلکہ اپنے مسلمان بھائیوں کی عزت کو اپنی عزت اور اُن کی ذلت کو اپنی ذلت، اُن کی راحت کو اپنی راحت اور اُن کے غم کو اپنا غم تصور کرنا چاہیے، کیونکہ یہی ایک مومن کی شان ہے۔ تمام مومن ایک جسم کی طرح ہیں، جیسا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"مَثَلُ الْمُؤْمِنِینَ فِی تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَکَی مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَی لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّی."

(رواہ مسلم، البر، باب تراحم المؤمن)

ترجمہ: مومن کی مثال آپس میں محبت، شفقت اور مہربانی کرنے میں ایک جسم کی طرح ہے کہ جب جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم درد اور بخار سے کراہ اٹھتا ہے۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آئیں اور پیٹھ پیچھے بھی ایک دوسرے کے لیے دعائیں کریں۔ حدیث پاک میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا دَعَا الْمُسْلِمُ لاخِیهِ بِظَهْرِ الْغَیْبِ قَالَ الْمَلَکُ آمین وَلَکَ بِمِثْلِه." (رواہ مسلم)

ترجمہ: جب کوئی مسلم اپنے بھائی کی پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے تو فرشتے آمین کہتے ہیں اور اس کے لیے بھی اسی کے مثل دعا کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں یہ واضح ہوگیا کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ بھلائی، محبت، شفقت اور نرمی کے ساتھ پیش آنا چاہیے تاکہ خیر خواہی اور آپسی بھائی چارہ کا ماحول پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے خیر خواہی اور خیر سگالی کا جذبہ پیدا فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین)

مولانا محمد یعقوب علی خان
امام وخطیب مسجد خلیل اللہ

نماز کے واجبات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ''اقیموا الصلوٰۃ.''
یعنی پورے ارکان کے ساتھ نماز ادا کرو۔

یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ ارکان نماز یعنی نماز کے فرائض کی طرح نماز کے واجبات بھی ہیں جن کا ادا کرنا نہایت ضروری ہے، کیونکہ ان کی ادائیگی کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔ البتہ! یہ فرق ضرور ہے کہ نماز کے فرائض کے چھوٹ جانے یا چھوڑ دینے سے نماز بالکل نہیں ہوگی اور پھر سے ادا کرنا ہوگا جبکہ واجبات نماز کے چھوڑ دینے یا چھوٹ جانے کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ کوئی واجب اگر بھول سے چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کرلے، نماز ہوجائے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو پھر سے نماز ادا کرنا پڑے گا، ورنہ گنہ گار رہوگا۔

نماز کے واجبات

۱۔ اللہ اکبر کہہ کر نماز کی ابتدا کرنا۔

۲۔ فرض کی دو پہلی رکعتوں میں اور وتر ونفل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

مسئلہ: سورۂ فاتحہ کی ساتوں آیتیں پڑھنا واجب ہے، ان میں سے کسی بھی آیت یا لفظ کا ترک، واجب کا ترک ہے۔

۳۔ فرض کی پہلی دونوں رکعتوں میں اور وتر ونفل کی تمام رکعتوں میں الحمد کے ساتھ کسی چھوٹی سورۃ یا کم سے کم تین آیات کا ملانا۔

۴۔ سورہ سے پہلے سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

۵۔ دو سجدوں کو پے درپے کرنا۔

۶۔ تعدیل ارکان یعنی رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ میں کم سے کم ایک بار سبحان ربی الاعلیٰ پڑھنے کی مقدار ٹھہرنا۔

قومہ: رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا۔

جلسہ: دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا۔

۷۔ قعدہ میں تشہد پڑھنا یا اس کی مقدار بیٹھنا۔

۸۔ تشہد پڑھنے کے بعد فوراً تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونا۔

۹۔ سلام کے ذریعے نماز سے فارغ ہونا۔

۱۰۔ وتر کی تیسری رکعت میں فاتحہ اور سورہ سے فارغ ہونے کے بعد دعائے قنوت پڑھنا۔

۱۱۔ عید اور بقرعید کی ہر رکعت میں تین زائد تکبیر کہنا۔

۱۲۔ عید اور بقرعید کی دوسری رکعت میں رکوع کے لیے اللہ اکبر کہنا۔

۱۳۔ فجر، مغرب اور عشا کی پہلی دونوں رکعتوں میں امام کا بلند آواز سے قرأت کرنا۔

مسئلہ: جمعہ، عیدین، تراویح اور رمضان کی وتر میں بھی امام کا بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: جو تنہا نماز پڑھے اُسے فجر، مغرب اور عشا میں اختیار ہے، چاہے تو بلند آواز سے قرأت کرے یا پست آواز سے، مگر بلند آواز سے قرأت کرنا افضل ہے۔

۱۴۔ ظہر اور عصر کی تمام رکعتوں میں اور مغرب کی آخری رکعت اور عشا کی آخری دونوں رکعتوں میں امام یا تنہا نماز پڑھنے والوں کے لیے دھیمی آواز سے قرأت کرنا۔

☆☆☆

ایمان کی سلامتی والی نماز

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ جنھیں پیار سے ''سلطان جی'' بھی کہا جاتا ہے، سلسلۂ چشتیہ کے چوتھے بڑے بزرگ تھے، انھیں شیخ فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ نے اپنا جان نشیں بنایا تھا۔ ان کے دادا خواجہ علی بخاری علیہ الرحمہ اور نانا خواجہ عرب بخاری علیہ الرحمہ بخارا کے رہنے والے تھے، جو ہجرت کر کے ہندوستان آئے اور اس وقت کے ''قبۃ الاسلام'' شہر بدایوں کو اپنا مسکن بنایا۔ خواجہ نظام الدین اولیا کی پیدائش وہیں ۶۳۶ ہجری مطابق ۱۲۳۸ عیسوی ہوئی۔ ان کا اصل نام محمد بن احمد ہے اور لقب 'نظام الدین' ہے۔ جب تک باحیات رہے خدمت خلق اور تبلیغ دین میں مصروف رہے اور بالآخر ۷۲۵ ہجری مطابق ۱۳۲۵ عیسوی میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ ادارہ

خواجہ امیر حسن سجزی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ میں ۱۵ر محرم الحرام سنہ ۷۱۰ ہجری بروز اتوار خواجہ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ مشائخ کی کتابوں اور اُن فوائد کا ذکر آیا جو انھوں نے تحریر فرمایا ہے۔

ایک عزیز نے عرض کیا کہ ایک شخص نے مجھے ''اودھ'' میں ایک کتاب دکھائی اور کہا کہ یہ حضرت (خواجہ نظام الدین) کی لکھی ہوئی ہے۔ محبوب الٰہی نے فرمایا نہیں، اس نے غلط کہا، میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی ہے، اس کے بعد فرمایا کہ:

شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے جب ''کشف المحجوب'' لکھی تو شروع کتاب میں اپنے نام کا ذکر کیا، اس کے بعد دو تین جگہ اور ذکر فرمایا، پھر اپنا نام لکھنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ:

میں نے اس سے پہلے عربی اشعار کہے تھے، اور اُن میں اپنا نام کہیں نہیں لکھا تھا، ایک جوان مرد نے یہ غضب ڈھایا کہ وہ سارے اشعار اپنے نام کر لیے اور انتقال کے وقت بے ایمان ہو گیا۔

جب یہ قصہ پورا ہو چکا تو یہ تذکرہ آیا کہ: موت کی گھڑی بڑی کٹھن گھڑی ہے، اور یہ جاننا بھی مشکل ہے کہ جانے والا ایمان کے ساتھ گیا یا بے ایمان۔

مزید ارشاد فرمایا کہ: ایمان کی سلامتی کی علامت یہ ہے کہ مرنے والے کا چہرہ رحلت کے وقت زرد ہو جائے اور ماتھے پر پسینہ آ جائے۔ اسی دوران یہ بات بیان فرمائی کہ انتقال کے وقت میری والدہ ماجدہ بھی سعادت کی یہی علامتیں رکھتی تھیں۔

اس کے بعد حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت نماز ایمان کی حفاظت کے لیے پڑھنی چاہیے، پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورہ اخلاص یعنی ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ.'' اور ایک مرتبہ سورہ فلق یعنی '' قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ.'' اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورہ اخلاص اور سورہ ناس یعنی '' قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ .'' اس کے بعد سر سجدے میں رکھ دے اور تین دفعہ کہے: ''يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ ثَبِّتْنِي عَلَى الْاِيْمَان.''

ترجمہ: اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور سب کو قائم رکھنے والے! مجھے ایمان پر ثابت قدم رکھ۔

پھر اس نماز کی برکت کے سلسلے میں حکایت بیان فرمائی کہ میں نے معین الدین حسن سجزی قدس اللہ سرہ العزیز کے نواسے یا پوتے مرد صالح خواجہ احمد علیہ الرحمہ سے سنا ہے، وہ کہتے تھے کہ میرے ایک سپاہی دوست تھے، وہ برابر یہ دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، چنانچہ ایک دفعہ نہایت غیر مناسب وقت میں ہم اجمیر کے حدود میں تھے، مغرب کی نماز کا وقت آ گیا، ڈاکوؤں کا ڈر تھا اور ڈاکو نظر بھی آنے لگے تھے، ہم نے جلدی جلدی تین رکعتیں فرض اور دو رکعتیں سنت پڑھیں اور شہر کی جانب آ گئے۔ میرے دوست نے چوروں کا خطرہ دیکھ لینے اور اس کا خوف طاری ہونے کے باوجود ایمان کی حفاظت کے لیے دو رکعت نماز ادا کی۔ الغرض جب اس جوان کی وفات کا وقت قریب آیا تو مجھے بھی خبر ہوگئی، میں اُن کا حال جاننے کی غرض سے مرتے وقت اُن کے پاس گیا، انھوں نے اسی طرح رحلت فرمائی جیسا چاہیے تھا۔

خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ احمد علیہ الرحمہ نے اس شخص کی رحلت کا حال ان الفاظ میں بیان کیا کہ اگر مجھے عدالت کی کرسی کے سامنے لے جائیں تو میں گواہی دوں گا کہ وہ باایمان گیا: ''والحمدللّٰه رب العلمین.''

مغرب کی نماز کے بعد مزید دو رکعت کا تذکرہ فرمایا اور اس کا ذکر اس طرح فرمایا کہ میرے ایک ہم جماعت دوست تھے، اُن کو مولانا تقی الدین کہتے تھے، وہ بڑے نیک، سمجھدار اور پڑھے لکھے تھے اور ہمیشہ مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت نماز ادا کرتے، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد: ''والسماء ذات البروج.'' اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد ''والسماء والطارق.'' پڑھتے، جب اُن کا انتقال ہوگیا تو خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرماتے ہیں کہ: میں نے انھیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہنے لگے کہ جب میرا کام تمام ہوگیا تو حکم آیا کہ ہم نے اُسے ان دو رکعتوں کے طفیل بخش دیا۔

حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا کہ: کیا اس نماز کو ''صلوٰۃ النور'' کہتے ہیں؟ فرمایا کہ نہیں اس کو ''صلوٰۃ البروج''۔ ''صلوۃ النور'' اس دو رکعت نماز کو کہتے ہیں جس کی دونوں رکعتوں میں ''سورۂ انعام'' کی شروع کی آیات پڑھتے ہیں۔ پہلی رکعت ''یستھزء ون'' پر ختم کرتے ہیں اور دوسری رکعت میں ''الم یروکم اھلکنا'' سے شروع کر کے ''یستھزء ون'' ہی پر ختم کرتے ہیں۔

پھر اس وقت کی اور طلوع کے وقت کی نماز کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ جب رات آتی ہے تو ایک فرشتہ کعبے کی چھت پر آ کر پکارتا ہے کہ: اے اللہ کے بندو اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امتیو! اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایک رات یہ عنایت فرمائی ہے اور ایک رات تمھارے لیے آنے والی ہے اور وہ رات قبر کی رات ہے، اس آنے والی رات کے لیے اسی رات کو ذخیرہ کر لو اور کچھ کام کر لو اور وہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز پڑھو۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ ''قل یاایھا الکافرون'' اور دوسری رکعت میں بھی یہی، اور جب دن نکلتا ہے تو یہی فرشتہ بیت المقدس کی چھت پر آتا ہے اور ندا دیتا ہے کہ: اے اللہ کے بندو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امتیو! اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایک دن عطا کیا ہے اور ایک دن تمھارے لیے آنے والا ہے اور وہ روز قیامت ہے اور اس دن کے توشے کے لیے آج ایک کام کر لو اور وہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز پڑھو، ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورۃ اخلاص یعنی ''قل ھو اللّٰه'' پڑھو۔

اس کے بعد فرمایا کہ: حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی علیہ الرحمہ نے اسے حدیث بتایا ہے، مجھے حدیث کے الفاظ یاد نہیں رہے، مفہوم یہی ہے جو بیان کیا گیا۔

☆☆☆

اسرارالتوحید

شیخ ابوسعید فضل اللہ بن ابی الخیر محمد بن احمد میہنی علیہ الرحمۃ والرضوان پانچویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ اور نظریۂ وحدۃ الوجود کے مبلغین میں سے ایک اہم ہستی ہیں۔ان کی پیدائش ''خراسان'' کے ''میہنہ'' گاؤں میں ۳۵۷ ہجری کو ہوئی اور ۴۴۰ ہجری میں اسی جگہ وفات پائی۔ ''**اسرار التوحید فی مقامات ابی سعید**'' ان کی شخصیت اور ارشادات پر مشتمل ہے جو شیخ محمد بن منور نے ترتیب دی ہے۔یہ کتاب دنیائے تصوف کی مستند کتابوں میں سے ایک ہے۔اس کا ترجمہ بنام ''**اذکار السعید**'' **مولانا رکن الدین سعیدی** نے کیا ہے جسے عام افادیت کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔

ادارہ

مجھ سے پہلے میرے چچازاد بھائی امام جلیل شیخ جمال الدین ابوروح لطف اللہ بن ابوسعید نے ایک مرید کی التماس پر ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جو پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب میں انھوں نے سند کی تخریج کے ساتھ ایک حدیث نقل کی ہے اور اس حدیث کے مقاصد ومطالب کی شرح وبیان کے لیے ایک مستقل فصل کا اضافہ فرمایا ہے۔انھوں نے اپنے فضل وکمال کے اعتبار سے اس مجموعے کو فصاحت اور سلاست کے اعلیٰ معیار پر قائم رکھا اور شیخ ابوسعید قدس اللہ روحہ العزیز کے حالات ومقالات کا مکمل نچوڑ پیش کیا،ان خوبیوں کے باوجود انھوں نے اس مجموعے کو بہت ہی مختصر تحریر کیا۔

میں نے ہرگز یہ نہیں سوچا تھا کہ اس قیمتی مجموعے کے مقابلے میں اپنی ناقص کتاب کی نمائش کروں،یا شیخ ابوروح کے اس فصیح وبلیغ مجموعے کے سامنے اپنا یہ ناقابل اعتبار مکتوب پیش کروں،میں خودکو اس کا اہل نہیں پاتا کہ ان بزرگوں کے مرتبے تک میری رسائی حاصل ہوسکے،یا اپنے علم وہنر کے کسی بھی جزو کا سہارا لے کر شیخ ابوروح کے مقام وبزرگی کے قریب تک پہنچ سکوں۔ہاں!یہ محاورہ ہے کہ:

''رشتہ اور تعلق کے لحاظ میں جواہر کے ساتھ اس کو بھی شامل کرلیتے ہیں جو بہ ظاہر ویسا ہی نظر آئے۔''

اس بنا پر بس اتنی آرزو تھی کہ جو کچھ بھی شیخ محترم ابوروح نے ترتیب دیا ہے اس کو اور جو کچھ مجھ دعا گو کو مل سکا ہے اور جس قدر شیخ کے مبارک کلمات وآثار صحیح ثابت ہوئے ہیں تحریر کروں،تاکہ وہ لوگوں تک زیادہ سے زیادہ پہنچ سکیں،اور ''خراسان ومیہنہ'' کے حادثے میں جو کچھ مٹ گیا ہے،وہ پھر سے تازہ ہوجائے،اور میرے بعد باقیات صالحات کے طور پر یادگار بن جائے۔اس لیے کہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ لوگوں کو جس قدر زمانے سے دوری ہوگی،اسی قدر ہمتوں میں کمی اور حوصلوں میں پستی آئے گی اور سالکین راہ طریقت کم پائیں گے۔

علم میں ہر ایک کو مہارت حاصل نہیں ہوتی اور میرا اپنا مقابلہ کبریت احمر کی طرح ہے،اگر چہ اس سے اکسیر بنتی ہے مگر وہ نایاب ہے۔میری کوششوں کی وجہ سے جو کچھ بھی ہاتھ آئے گا اس کی افادیت بہر حال اس سے کم نہ ہوگی،کیوں کہ یہ ان بزرگ ہستیوں کے ارشادات اور حالات ہیں جو یکتائے زمانہ ہیں،ان کے معتقدین کو خوشی مل جائے گی،اور سالکین راہ

طریقت کو ایک خوشگوار لمحہ ہاتھ آجائے گا، مثال کے طور پر کسی کہنے والوں نے سچ ہی کہا ہے کہ:

گر تنگ شکر خریدی نتوانم بارے مگس از تنگ شکر می رانم

یعنی اگر ایک بوری شکر نہیں خرید سکتا تو نہ سہی، کم از کم شکر کے ڈھیر سے مکھی تو اڑا ہی سکتا ہوں، نیز مشائخ کا ارشاد ہے کہ:

''عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ.''

یعنی نیک ہستیوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

عام طور پر انسانوں کے حالات اور اُن کے کارنامے تین درجات پر مشتمل ہوتے ہیں:

۱۔ابتدا ۲۔اوسط ۳۔انتہا

اسی لیے میں نے اس مجموعے کو تین ابواب پر ترتیب دیا ہے۔

پہلا باب: اس میں شیخ قدس اللہ روحہ العزیز کے ابتدائی حالات اور واقعات ہیں جو بچپن سے لے کر چالیس سال کی عمر تک پیش آنے والے حالات و کیفیات کی تفصیل پر مشتمل ہے اور حصول علم، ریاضات و مجاہدات کے زمانے کے بارے میں جو بھی باتیں ہم تک پہنچ سکیں وہ سب کتاب میں شامل ہیں، مزید آپ کے مرشدوں اور مشائخ کا تذکرہ اور سیدنا محمد مصطفیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہ تک ان کے علم اور خرقے کی سند کی تشریح بھی مذکور ہے۔

دوسرا باب: اس میں شیخ قدس اللہ روحہ العزیز کی زندگی کے درمیانی واقعات و حالات کی تشریح ہے۔ یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل: ان حکایتوں پر مبنی ہے جس میں شیخ ابوسعید کی ذات سے ظاہر ہونے والی کرامات کا تذکرہ ہے، لیکن اس میں وہی کرامات قبول کی گئی ہیں جو ہمارے نزدیک قابل اعتماد ناقلین سے روایت ہو کر درجۂ صحت تک پہنچتی ہیں۔

دوسری فصل: اس میں ان حکایات کا بیان ہے جن میں بہت سے فائدے ہیں، کچھ دوسرے مشائخ کے ارشادات و واقعات بھی اس لیے شامل کر لیے گئے ہیں کہ اُن واقعات کو شیخ نے اپنی مجلسوں میں بیان فرمایا۔

تیسری فصل: اس میں ایسے فوائد اور نکات کی تفصیلات ہیں جو شیخ کے ارشادات میں بکھرے ہوئے تھے اور اُن کے کچھ تبلیغی ارشادات بھی درج ہیں، نیز شیخ کی زبان سے ادا ہونے والے متفرق اشعار اور چند ایسے خطوط و رسائل بھی شامل ہیں جو شیخ کی طرف منسوب ہیں۔

تیسرا باب: اس میں شیخ قدس اللہ روحہ العزیز کی انتہائی حالت و کیفیت کی تفصیل ہے، اس کی تین فصلیں ہیں۔

پہلی فصل: شیخ کی وصیتوں کے ذکر میں ہے۔

دوسری فصل: وفات کی کیفیت کے بیان میں ہے۔

تیسری فصل: ان کرامات کے بیان میں ہے جو اُن کی وفات کے بعد ظاہر ہوئیں، ان میں وہ کرامات بھی شامل ہیں جن کے متعلق شیخ نے اپنی زندگی میں ہی آگاہ فرما دیا تھا، کچھ ایسی کرامات بھی ہیں جن کو اُن کی وفات کے بعد لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

واضح رہے کہ اس کتاب کا نام ''اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید'' تجویز کیا گیا ہے۔ اس مجموعے کی تکمیل کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے رہنمائی کی توفیق طلب کی گئی تھی، اختصار کے مدنظر سندیں حذف کر دی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کمال فضل و کرم اور لطف و عنایت کی توفیق ہمیں عطا فرمائے اور راہ طریقت کے مطلوبہ حقوق، اہل عقیدہ کو عطا فرمائے، روگردانی اور عیوب و نقائص سے محفوظ رکھے: ''وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْحورِ بَعْدَالْكَوْرِ فَاِنَّه خَيْرٌ مُوَفِّقٌ وَمُعِيْنٌ.''

یعنی ہم بلندی و ترقی کے بعد نقصان و خسارے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، بے شک وہ بہترین توفیق دینے والا اور سب سے اچھا مددگار ہے۔ (باقی آئندہ)

ابرار رضا مصباحی

شیخ محمد رشید مصطفیٰ عثمانی جونپوری

علم وتصوف کی دُنیا میں آپ کی قد آور شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے آپ گیارہویں صدی ہجری کے جلیل القدر علما وفضلا اور عظیم المرتبت، فقرا وصوفیا میں شمار کیے جاتے ہیں۔

نام ونسب: آپ کا اسم گرامی محمد رشید مصطفیٰ، کنیت ابوالبرکات، لقب شمس الحق ہے، جبکہ لوگ آپ کو قطب الاقطاب اور دیوان جی کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ آپ مذہباً حنفی، مشرباً چشتی اور نسباً عثمانی ہیں۔ بارہویں پشت میں آپ کے اجداد میں حضرت مخدوم بخشی عثمانی رومی قدس سرہٗ بڑے باکمال اور صاحب حال بزرگ گزرے ہیں۔ وہ سلطان المشائخ سیدنا حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید اور تربیت ونعمت یافتہ تھے اور ان کا سلسلۂ نسب امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، اس طرح سے آپ نسباً عثمانی ہوئے۔

ولادت باسعادت: آپ مورخہ ۱۰؍ذی قعدہ ۱۰۰۰ھ میں شیراز ہند ضلع جونپور یوپی کے موضع برونہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ عبدالجلیل لکھنوی (متوفی ۱۰۴۳ھ) قدس سرہٗ جب برونہ تشریف لائے تھے تو انھوں نے آپ کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ لڑکا جید عالم اور عارف کامل ہوگا اور گنّا بہت کھائے گا، چنانچہ ان کا قول سچ ثابت ہوا، اور اپنے والد ماجد قطب الاولیاء شیخ جمال الحق مصطفیٰ عثمانی قدس سرہٗ کی طرح ولایت وقطبیت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوئے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے کلام مجید اور فارسی وعربی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد اور حضرت مولانا شمس نور برونوی وغیرہ سے پڑھیں۔ اس کے بعد باقاعدہ درسیات کی تحصیل وتکمیل اپنے ماموں حضرت مولانا شمس الدین اور حضرت شیخ محمد افضل جونپوری سے کی۔ اس کے بعد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بڑے فرزند حضرت شیخ نورالحق محدث دہلوی سے علم حدیث حاصل کیا اور پھر سند واجازت پائی۔

ازدواجی زندگی: آپ کا عقد مسنون ۳۲؍سال کی عمر میں حضرت حاجی ارزانی قدس سرہٗ کی دختر نیک سے ہوا، جن سے چار صاحبزادے ہوئے:

شیخ محمد حمید، شیخ محمد ارشد، شیخ غلام معین الدین اور شیخ غلام قطب الدین۔

چاروں صاحبزادگان گرامی علوم ظاہری اور باطنی سے مالا مال تھے اور عادات وخصائل اور اخلاق وکردار میں اپنے والد مکرم کے عکس وپرتو تھے۔

اخلاق وکردار: آپ جید عالم وعارف اور زاہد وصوفی ہونے کے ساتھ بلند اخلاق وکردار کے مالک تھے، اساتذہ ومشائخ اور فقرا کے محبوب ومنظور نظر تھے اور ان کا بہت زیادہ احترام واکرام فرماتے تھے۔ جب حضرت شیخ محمد افضل جونپوری قدس سرہٗ کی بارگاہ میں پڑھنے کے لیے حاضر ہوتے تو سب سے پہلے چوکھٹ کو بوسہ دیتے، استاذ کے قدموں کو چومتے، پھر اس کے بعد ادب سے بیٹھتے۔ مالداروں سے آپ ہمیشہ دور رہتے اور اُن سے حد درجہ بے نیازی کا اظہار کرتے تھے۔ یاد الٰہی، صبر وقناعت اور توکل کی دولت سے آراستہ تھے، خدمت خلق اور حاجت روائی ان کا ممتاز وصف تھا۔

حاصل یہ ہے کہ آپ جس طرح علم وعمل اور روحانیت کے تاجدار اور یکتائے روزگار تھے، اسی طرح اوصاف حمیدہ

اور اخلاق حسنہ کا عمدہ نمونہ اور قابل تقلید شخصیت کے مالک تھے اور ''وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم'' کے مظہر تھے۔

بیعت وخلافت: آپ نے سلوک ومعرفت کی تعلیم وتربیت سب سے پہلے اپنے والد محترم حضرت شیخ جمال الحق مصطفےٰ عثمانی جونپوری ثم پورنوی قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی جو اپنے عہد کے عظیم بزرگ تھے۔ والد مکرم کے انتقال کے بعد قطب بنارس مخدوم شاہ طیب بنارسی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے اکتساب فیض کیا، انھیں کی خدمت میں رہ کر حقیقت ومعرفت کی منزلیں بھی طے کیں۔ پھر شیخ کامل سے اجازت اور خلافت حاصل کی اور عام مخلوق کی تعلیم وتربیت اور تزکیہ وتصفیہ کے لیے جونپور روانہ ہوئے جہاں آپ کے ذریعے مخلوق کی ایک بڑی تعداد نے فیض اٹھایا۔

ان کے علاوہ بھی آپ نے متعدد مشائخ وبزرگان دین سے بھی استفادہ کیا اور اُن سے اجازت وخلافت کی نعمتوں سے سرفراز ہوئے۔

درس وتدریس: ظاہری علوم وفنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو مسند درس وتدریس پر بیٹھے اور بڑے اخلاص ودیانت داری کے ساتھ تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دیا اور اپنے شیخ حضرت شاہ طیب بنارسی قدس سرہٗ کی اس نصیحت کو سچ کر دکھایا جنھوں نے یہ ہدایت اور تاکید کی تھی کہ وظیفۂ صبح کے بدلے روزانہ طلبہ کو درس دیا کرو کہ یہ بھی عبادت ہے۔ چنانچہ تا حیات آپ اپنے شیخ کی اس مبارک نصیحت پر سختی سے کار بند رہے۔ طلبہ سے لگاؤ اور غایت شفقت وعنایت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ بوقت وصال آپ نے ایک تاریخی وصیت کی تھی کہ جس پتھر پر طلبہ کی جوتیاں اُترتی ہیں اسے میری قبر میں تختہ کے طور پر دیا جائے۔

خانقاہ رشیدیہ کا قیام: پھر جب علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی کے حسین سنگم ہوگئے اور مختلف شخصیات کی روحانی نعمتوں اور برکتوں سے مشرف ہوگئے تو تقریباً اپنی عمر کے ۴۰ ویں سال یعنی ۱۰۴۰ھ میں حضرت راجی احمد مجتبیٰ مانکپوری قدس سرہٗ کے حکم وارشاد سے ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی جو آج ''خانقاہ رشیدیہ'' کے نام سے مشہور ومتعارف ہے اور اپنی امتیازی روحانی خصوصیات وروایات کے اعتبار سے ایک تاریخی اور مثالی خانقاہ ہے نیز تقریباً چار سو سال کا ایک لمبا عرصہ گذر جانے کے باوجود آج بھی یہ اپنی روحانی اقدار ومعمولات کا امین ہے۔

تصانیف: درس وتدریس، طریقت وروحانیت، خدمت خلق وغیرہ جیسی ہمہ جہات مصروفیات کے باوجود آپ نے تقریباً ایک درجن علمی وتحقیقی اور روحانی وعرفانی تصانیف بھی یادگار چھوڑے ہیں۔ ان میں مناظرۂ رشیدیہ، زادالسالکین، مقصود الطالبین اور دیوان شمسی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان میں ''مناظرۂ رشیدیہ'' کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی ہے اور آج تقریباً ہندوستان کی تمام درسگاہوں میں شامل نصاب ہے۔

شعر وشاعری: آپ طبعاً صوفی مزاج تھے لیکن فکر انتہائی پختہ اور بلند تھی، جس نے آپ کو شعر گوئی کی جانب مائل کیا، آپ کے اشعار تصوف وسلوک کے رموز واسرار سے معمور ہیں اور ان میں علوم ومعارف کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ زبان وبیان کی سلاست اور فصاحت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کی شاعری اعلیٰ معیار پر پوری اترتی ہے۔ ''دیوان شمسی'' کے نام سے ایک مجموعہ بھی ہے جو فارسی اور ہندی دونوں زبانوں پر مشتمل ہے مگر افسوس کہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔

وصال مبارک: آپ کا وصال پر ملال ماہ رمضان کی نویں تاریخ ۱۰۸۳ھ بروز جمعہ مبارکہ صبح کی نماز کے وقت ہوا۔ حضرت شیخ محمد ماہ دیوگامی قدس سرہٗ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مزار مبارک ضلع جونپور یوپی کے رشید آباد شریف میں مرجع خلائق اور امید گاہ انام ہے۔

☆☆☆

غلام مصطفی ازہری

امام غزالی کا پیغام علما اور طلبا کے نام

نصیحت کرنا اور نصیحت چاہنا دونوں آسان ہے لیکن نصیحت قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا بڑا مشکل ہے، بالخصوص ایسے شخص کے لیے جو عالم یا طالب علم ہو اور اپنے لیے فضیلت و برتری کی تلاش میں مشغول ہو، چونکہ وہ سمجھتا ہے کہ صرف علم ہی اس کے لیے نجات کا ذریعہ بن جائے گا، اس لیے وہ عمل سے بے نیاز ہے، حالانکہ اسے علم کی بہ نسبت عمل کی زیادہ ضرورت ہے، یہی وجہ ہے کہ عمل پر زیادہ زور دیا گیا ہے، حدیث شریف میں وارد ہے کہ: ''أشدُّ النّاسِ عَذاباً یَوْمَ القِیامَةِ عالِمٌ لم یَنْفَعُهُ عِلْمُهُ'' (الطبرانی فی الصغیر، ج:۱، ص:۳۰۵)

قیامت کے دن تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو دیا جائے گا جس نے اپنے علم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔

چنانچہ اگر تم آخرت کی سعادت چاہتے ہو اور یہ نہیں چاہتے کہ قیامت کے دن تمہارا علم تمہارے خلاف ہو جائے تو ان چار چیزوں سے پرہیز کرو:

ا۔ مناظرہ اور مباحثہ سے بچو، کیونکہ اس میں محنت و مشقت اور قوت صرف کرنے کے سوا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ اس میں نقصان ہی نقصان ہے، ''فَإِثْمُهُ أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِ.'' یعنی اس کا گناہ اس کے نفع سے زیادہ ہے۔ اس لیے کہ مناظرہ برے اخلاق کا سرچشمہ ہے، مثلاً اس سے ریا، حسد اور فخر و غرور جیسی بری صفات پیدا ہوتی ہیں۔

البتہ! اگر تمھیں کسی مسئلے میں دشواری پیش آ رہی ہو اور اس کا حل چاہتے ہو، نیز بحث و مباحثہ کا مقصد یہ ہو کہ حق واضح ہو جائے اور صحیح مسئلہ سمجھ میں آ جائے تو اس نیت سے مباحثہ اور مناظرہ درست ہے، لیکن اس نیت کی درستگی کی یہ دو علامتیں ہیں:

☆ ایک یہ کہ حق کو بلا جھجک قبول کر لے، چاہے حق اس کی اپنی زبان سے ظاہر ہو یا مخالف کی زبان سے۔

☆ دوسری یہ کہ بہتر اس بات کو سمجھے کہ یہ مباحثہ عوام کے سامنے ہونے کے بجائے تنہائی میں ہو۔

۲۔ اپنے نفس کو نصیحت کرنے سے پہلے دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنے سے بچو اور ہمیشہ یہ بات یاد رکھو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہی گئی کہ:

''أوحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰى عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ يَا عِيسىٰ عِظْ نَفْسَكَ بِحِكْمَتِي فَإِن انْتَفَعْتَ فَعِظِ النَّاسَ وَإِلَّا فَاسْتَحِ مِنِّي.'' (الفردوس ج:۱، ص:۱۴۴)

ترجمہ: اے فرزند مریم! پہلے اپنے نفس کو نصیحت کرو، اگر اس نے نصیحت قبول کر لی ہے تو لوگوں کو وعظ کہو، ورنہ مجھ سے حیا کرو۔

اگر تم اپنے رشتے داروں میں وعظ و نصیحت کی ضرورت محسوس کرتے ہو تو ان دو چیزوں سے بچو:

☆ ایک یہ کہ عبارت آرائی اور بناوٹی گفتگو سے پرہیز کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ تکلف کرنے والوں کو دشمن سمجھتا ہے اور گفتگو میں تکلف باطن کی خرابی اور غفلت کی دلیل ہے، اس لیے کہ ''تذکیر'' یعنی نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کی مصیبت اور جہنم کی آگ کا ایسا خوف دل میں پیدا کیا جائے جو انسان کو بے قرار

اور بے چین کر دے۔

☆دوسرے یہ کہ دل سے یہ خیال نکال دو کہ تمہاری تقریر اور تمہارے ولولہ انگیز بیان کو سن کر لوگ واہ واہ اور آفرین و تحسین کے نعرے لگائیں گے اور محفل میں شور مچ جائے گا اور آخر میں لوگ یہ کہیں گے کہ کیا تقریر تھی، کیا بیان تھا اور کیا وعظ تھا!! کیونکہ اس قسم کا خیال اور یہ ساری باتیں غفلت وریا کاری کی دلیل ہیں، بلکہ یہ عزم اور ارادہ رکھو کہ لوگوں کا رخ دنیا سے آخرت کی طرف ،حرص سے زہد کی جانب اور غفلت سے بیداری کی طرف مائل ہو جائے اور جب وہ محفل سے باہر نکلیں تو اُن کے دل کے اندر ایک تبدیلی پیدا ہو جائے یا یہ کہ اگر وہ کسی حکم خداوندی کی پیروی سے بظاہر برگشتہ ہو گئے تھے تو اب اس کی طرف راغب و مائل ہو جائیں اور جس گناہ پر نڈر اور دلیر ہو چکے تھے اب اس سے باز رہیں۔ وعظ و نصیحت اور تذکیر کا اصل کرشمہ اور اصل جادو بیانی یہی ہے، ورنہ اگر یہ مقصد نہ ہو تو مقرر اور واعظ اور سننے والوں پر عذاب ہوگا۔

۳۔تم کسی بادشاہ، جاہ و منصب، عظمت و شوکت اور رعب ودبدبہ والے کے دربار میں سلام کی خاطر جانے سے بچو، اور ان سے ہرگز میل جول اور ربط وضبط نہ پیدا کرو، کیونکہ ان لوگوں کے دربار کا فتنہ اور اس کی آزمائش بہت بڑی ہے، اگر کوئی شخص ان کی ملاقات کی آزمائش میں مبتلا کر دیا جائے تو اس کو چاہیے کہ ایسے لوگوں کی تعریف وتوصیف میں اختصار سے کام لے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَغْضِبُ إِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ فِي الْأَرْضِ.“ (شعب الایمان از بیہقی ج:۴،ص:۵۰۹)

یعنی اللہ تعالیٰ اس بات سے غضب ناک ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی فاسق کی تعریف کرے۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”مَنْ دَعَا لِظَالِمٍ بِالْبَقَاءِ فَقَدْ أَحَبَّ أَنْ يُعْصَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ.“ (شعب الایمان از بیہقی ج:۷،ص:۵۳)

یعنی جس کسی نے ظالم کی لمبی عمر کے لیے دعا کی تو بے شک اس نے اللہ کی نافرمانی کرنا پسند کرلیا۔

۴۔بادشاہ سے کسی قسم کا وظیفہ قبول مت کرو خواہ وہ حلال ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ مال کی آرزو اور اس کی چاہت کی وجہ سے ظلم کی موافقت، رعایت اور دین میں خرابی لازم آتی ہے اور یہ تمام چیزیں ہلاکت کے اسباب ہیں۔

یہ چار باتیں وہ ہیں جن سے پرہیز کرنا چاہیے اور جن سے کوئی تعلق نہ رکھنا چاہیے۔ باقی رہے وہ چار اصول جن کا بجا لانا ضروری ہے، حسب ذیل ہیں:

■ پہلا یہ کہ تمہارے اور مخلوق کے درمیان جو معاملہ ہے اس کو خوش اسلوبی سے انجام دو، کیونکہ کسی بندے کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ تمام انسانوں کے لیے وہی چیز نہ پسند کرلے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

■ دوسرا یہ کہ تمہارے اور خدا کے مابین جو معاملہ ہے اس کو اس طرح ادا کرو جس طرح تمہارا غلام تمہارے حق میں ادا کرتا ہے تو تم اس کو پسند کر لیتے ہو۔

■ تیسرا یہ کہ جب تم علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو ایسے علم میں مشغول رہو جس میں تم اس وقت مشغول ہوتے ، جب کہ معلوم ہو جاتا کہ ایک ہفتہ کے اندر تمہاری وفات ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں تم کو جس علم سے دلچسپی ہوگی وہ نہ تو شاعری ہوگی نہ علم بیان ، نہ اصول مناظرہ اور نہ فلسفہ وکلام ۔جس شخص کو یہ علم ہو جائے کہ اگلے ہفتے وہ مر جائے گا اللہ کی توفیق اس کے شامل حال ہوگی تو مراقب ہونے اور اپنے اعمال و کردار کا جائزہ لینے کے علاوہ کسی چیز میں دلچسپی

نہیں لے گا، یہاں تک وہ دنیوی تعلقات اور گندگیوں سے پاک ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کر لے گا، اس وقت اللہ تعالیٰ اس کو اپنی محبت سے سرشار اور ایسے اوصاف و خصائل سے آراستہ کرے گا جو اس کے نزدیک پسندیدہ ہیں۔

اگر کسی کو اطلاع دی جائے کہ بادشاہ اسلام اس ہفتہ تمہارے پاس ملاقات کے لیے آئے گا تو وہ شخص تمام کاروبار اور مشاغل کو چھوڑ کر بادشاہ کے استقبال و خیر مقدم کے لیے جس قدر اسباب ولوازم کی ضرورت ہوگی ان میں لگ جائے گا جسمانی صفائی اور گھر کی صفائی کی طرف توجہ دے گا، صاف ستھرے کپڑے فراہم کرے گا اور بادشاہ کے اجلاس کو آراستہ و پیراستہ کرے گا اور یہاں صورت حال یہ ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَلاَ اِلىٰ اَعمالِكُم وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَنِيَّاتِكُمْ۔

(مسلم، البر، باب تحریم ظلم المسلم)

یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

احوال دل کا علم اور ہلاک کرنے والی اور نجات دینے والی چیزوں کی جانکاری ہماری کتابیں احیاء العلوم، کیمیائے سعادت یا جواہر القرآن کے ذریعے فراہم کی جاسکتی ہے، یہی علم تمہارے لیے اہم اور فرض عین ہے۔

رہے دوسرے علوم تو اُن کا مقصود یا تو بڑائی کا اظہار کرنا ہے، جیسے مناظرہ و مباحثہ وغیرہ یا ان میں مشغول ہونا وقت ضائع کرنا ہے، جیسے کہ شاعری اور فصاحت و بلاغت وغیرہ۔

■ چوتھا اُصول یہ ہے کہ دنیا سے اس قدر مال حاصل کر و کہ اگر تم آسانی سے دوسری دنیا میں جاؤ تو وہ تمہارے لیے باعث نجات ہو، اسی قدر کفایتی رزق کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کے لیے پسند فرمایا ہے:

''اللّٰهُمَّ اجْعَلْ قوتَ آلِ مُحَمَّدٍ كَفَافا.''

ترجمہ: اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کی روزی بقدر ضرورت بنا۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا:

''مَنْ أَخَذَ مِنَ الدُّنيا فَوْقَ ما يَكْفِيهِ أَخَذَ بِجِيفَة وهُوَ لا يَشْعُرُ.'' (دیلمی ج:۱،ص:۱۰۸)

یعنی جس شخص نے اپنی کفایت سے بڑھ کر دنیا حاصل کی تو اُس نے مردار حاصل کیا اور اس کا اسے احساس نہیں ہوتا۔

☆☆☆

امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

☆ باطن ظاہر کے کچھ مخالف نہیں... علما اور بزرگوں کے درمیان اسی قدر فرق ہے کہ از روئے دلیل اور علم کے جان لیتے ہیں اور یہ بزرگوار از روئے کشف اور ذوق کے پا لیتے ہیں۔

☆ زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے جھوٹ کا خطرہ دور کرنا طریقت اور حقیقت ہے۔

(الاحسان،۳،ص:۳۲۵)

مولانا اشتیاق عالم مصباحی

ظاہری اور باطنی گناہ

''وَذَرُواْ ظَاهِرَ الإِثْمِ وَبَاطِنَه.''(سورہ انعام:۱۲۰)

ترجمہ: کھلا گناہ اور پوشیدہ گناہ کو چھوڑ دو۔

اثم:اثم کا معنی گناہ ہے،اصطلاح میں ہر وہ عمل جس کا حکم شریعت نے دیا ہے اُسے نہ کرنا اور جس سے منع کیا ہے اُس کا کرنا گناہ ہے،خواہ وہ گناہ انسان کے ظاہر بدن سے ہو یا دل سے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:'نیکی' اچھے اخلاق ہیں اور 'گناہ' وہ کام ہیں جو تمہارے دل میں اضطراب پیدا کر دیں جن کا ظاہر ہونا تمہیں ناپسند ہو۔(مسلم)

دوسرے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی شخص کے گناہ کے لئے یہ کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات بیان کردے۔ (مسلم)

ظاهر اثم اور باطن اثم کا مطلب

ظاہر گناہ اور باطن گناہ کے تعلق سے مفسرین کے چند اقوال ہیں:

۱۔ظاہر گناہ سے مراد ایسا عمل ہے جس پر قرآن وحدیث میں مذمت کی گئی ہو یا جسے دنیا کے لیے کیا گیا ہو،اور باطن گناہ سے مراد وہ کام ہیں جن میں شہرت وعزت کا جذبہ ہو۔

۲۔ظاہر گناہ سے مراد وہ گناہ ہے جو کھلے عام کیا جائے اور باطن سے مراد پوشیدہ گناہ ہے،مثلا کھلے عام بدکاری کرنا ظاہر گناہ اور چھپ کر بدکاری کرنا باطن گناہ ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:''قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ.'' (اعراف،آیت:۳۳)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ میرے رب نے کھلے عام اور چھپ چھپ کر زنا کرنے کو حرام کردیا ہے۔

۳۔جس گناہ کا علم مخلوق کو ہوجائے وہ ظاہر ہے اور جسے بندہ اور اللہ جانتا ہو وہ باطن ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ برے کام اور بری باتیں جو ظاہری اعضا سے ہوں وہ گناہ ظاہر ہیں اور فاسد عقیدہ اور برے ارادے گناہ باطن ہیں۔

۴۔دنیا کی نعمتیں طلب کرنا ظاہر گناہ ہے اور آخرت کی نعمتوں کی خواہش کرنا،باطن گناہ ہے،کیونکہ دنیا اور آخرت دونوں کی طلب اللہ رب العزت سے باز رہنے کا سبب بنتی ہیں۔

ظاهر گناه

شرک:اللہ کی ذات،صفات،افعال،احکام اور اسما میں غیر کو شریک سمجھنا اور عبادت کے لائق جاننا یہ شرک ظاہری ہے اور اگر دکھاوے کے لیے کوئی بھی عمل کرے تو وہ شرک خفی ہے،اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

''وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً.''(کہف:۱۱۰)

اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔

اللہ جل جلالہ نے تمام انبیا کو توحید کی دعوت دینے اور شرک سے پاک رکھنے کے لیے بھیجا،کیوں کہ شرک ایسا گناہ ہے جس کی بخشش نہیں ہوسکتی۔

کفر:یعنی ضروریات دین(اللہ،نماز،روزہ،حج،زکوۃ) کا انکار کرنا۔واضح رہے کہ یہاں کفر سے مراد کفر اعتقادی ہے،اسی طرح عملی کفر بھی ہوا کرتا ہے کہ انسان اللہ کو معبود جانے،نماز،روزہ،حج اور زکوۃ کا اقرار کرے لیکن اسے عمل میں نہ

لائے تو اسے عملی کفر کہا جاتا ہے، عملی کفر کی دو صورتیں ہیں:

☆ایک ظاہر ☆دوسرا باطن

ظاہر یہ ہے کہ نماز اور دیگر ارکان ادا نہ کرے اور باطن یہ ہے کہ نماز اور دوسرے عبادات بجالائے لیکن ان عبادتوں میں اللہ سے غافل رہے۔

قتل: ناحق کسی کا خون بہانا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِيْ الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً." (سورہ مائدہ:۳۲)

یعنی جو ناحق کسی کا خون بہائے یا زمین میں فساد پھیلائے تو وہ تمام انسانوں کا قاتل ہے۔

چوری: خفیہ طریقے سے کسی کا مال لے لینا، اللہ نے چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر کیا ہے، ارشاد ہے:" وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُواْ أَيْدِيَهُمَا." (سورہ مائدہ:۳۸)

ترجمہ: چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کا دایاں ہاتھ کاٹ دو۔

ظلم: یہ ایسا لفظ ہے جس کا دائرہ بہت وسیع ہے، یہ تمام گناہوں کو شامل ہے، کیونکہ ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے محل اور اس کے رتبے کے مطابق نہ رکھنا، اللہ رب العزت فرماتا ہے:" اَللّٰهُ لاَ يُحِبُّ الظَّالِمِيْن." اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا (آل عمران:۵۷)

غیبت: یعنی ایسا کام جس سے اپنے بھائی کا عیب ظاہر ہو۔ قرآن مقدس میں غیبت کی بڑی مذمت کی گئی ہے، اللہ فرماتا ہے: غیبت کرنے والا اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانے والے کی طرح ہے۔ اس کے علاوہ واجبات کا ترک کرنا اور کسی بھی حرام کام کا کرنا بھی ظاہر گناہ ہے۔

باطن گناہ

حسد: کسی کی نعمت ختم ہو جانے کی خواہش کرنا، قرآن مقدس میں ہے:" أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِه." (نسا:۵۴) یعنی کافرین مومنین کی نعمتیں مٹ جانے کی خواہش کرتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

عجب: کسی نعمت کو بڑا جاننا اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کرنا قرآن میں ہے:" وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعاً." (کہف:۱۰۴)

وہ اس گمان میں پڑے ہیں کہ اچھا کام کرر ہے ہیں۔

کبر: یعنی اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنا اور اس میں لذت محسوس کرنا، قرآن مقدس میں کبر کی بڑی مذمت آئی ہے اللہ فرماتا ہے:" فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى." (نجم:۳۲)

ترجمہ: اپنے آپ کو پاک مت سمجھو، اللہ کو معلوم ہے کہ کون تم میں سے پرہیز گار ہے۔

ریا: دکھاوے کے لیے نیک عمل کرنا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ، الَّذِيْنَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ، الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاؤُونَ." (ماعون:۴،۵)

ترجمہ: ان لوگوں کے لیے تباہی ہے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں اور دیکھاوے کے لیے عمل کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سارے گناہ ہیں جن کا قرآن پاک میں بیان آیا ہے، مثلاً مسلمانوں کا برا چاہنا، تعظیم کا خواہاں ہونا وعدہ خلافی کرنا، خیانت کرنا وغیرہ۔

گناہ چھوڑنے کے فوائد

جب انسان ظاہری اور باطنی گناہوں سے محفوظ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:" وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ

ظَاهِرَةً وَبَاطِنَة." (لقمان:۲۰)

یعنی اللہ نے تم پر ظاہری اور باطنی نعمتیں مکمل کر دیں۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ ظاہر نعمت کا مطلب امن وعافیت ہے، یعنی بدن انسانی مصائب وتکالیف سے محفوظ رہے اور باطن نعمت سے مراد اللہ کی رضا اور گناہوں کی بخشش ہے۔ بعض نے ظاہر نعمت سے مراد اچھی صورت اور باطنی نعمت سے مراد اچھی سیرت بتایا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اللهم كما حسنت خلقي فحسن خلقي." (رواہ احمد)

یعنی اے اللہ! جس طرح تو نے اچھی صورت عطا کی ہے اسی طرح میری سیرت بھی اچھی بنا دے۔

تفسیر حسینی میں ہے کہ سب سے مشہور ظاہری نعمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور باطنی نعمت فرشتوں کا مدد کرنا ہے، اسی طرح ایک خدا کا اقرار اور اس کی تصدیق کرنا زبان ودل سے اللہ کا ذکر کرنا اور نبوت وولایت ہے۔ یہ سب ظاہری اور باطنی نعمت ہیں۔

علامہ روزبہان بقلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:

"اچھی صورت وسیرت، گناہوں سے بچنا، خالص عبادت صحت وسلامتی اور روحانی وربانی انوار سے منور ہونا، ظاہری نعمت ہے اور باطنی نعمت سے مراد غیب قبول کرنے کی صلاحیت، کامل عقل وایمان اور اخلاص وتوحید پر قائم رہنا ہے....."

گناہ سے بچنے کے طریقے

گناہوں سے بچنے کا سب سے موثر طریقہ یہ ہے کہ انسان کے دل ودماغ پر یہ چھا جائے کہ اللہ رب العزت ہر حال میں اسے دیکھ رہا ہے اور اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، ہمارا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، لوگوں سے ملنا جلنا اور چپکے چپکے باتیں کرنا، اِن تمام چیزوں سے وہ واقف ہے۔

قرآن پاک میں ہے: "اگر اللہ چاہے تو ان کی نگاہوں کی روشنی ختم کر دے، پھر وہ تیزی سے راستے کی طرف بھاگے اور کچھ بھی نہ دیکھ سکے یا انھیں ان کے مکانوں میں ہی ہلاک کر دے پھر نہ آگے بڑھ سکے اور نہ پیچھے لوٹ سکے۔" (یٰس، آیت:٦٦، ٦٧)

اگر انسان کے دل ودماغ میں یہ بیٹھ جائے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے تو وہ ہر گناہ سے بہ آسانی بچ سکتا ہے، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کسی شیخ کامل کی صحبت نصیب ہو، جو ہر آن انسان کو خطاؤں سے آگاہ کر کے اچھائیوں کی جانب رغبت دلائے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بندہ میٹھی نیند سے جب بیدار ہو تو اپنے نفس سے معاہدہ کرے کہ آج کوئی ایسا عمل نہ کروں گا جو اللہ کے غضب اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب بنے، پھر اپنے اس وعدے کے مطابق مسلسل خیر کی کوشش کرتا رہے اور جب کسی ایسے بندہ سے ملاقات ہو جس کی صحبت میں بیٹھنے سے خدا یاد آئے یا جس کی باتوں سے ایمانی قوت میں اضافہ ہو یا مخاطب کے دل میں اس کی باتوں سے ایمان کی شمع روشن ہو جائے تو اس سے اللہ ورسول کا ذکر سنے اور سنائے پھر جب بستر پر جائے تو پورے دن کا محاسبہ کرے کہ ہم سے کہاں کہاں چوک ہوئی اور اس دن کا کتنا حصہ ہم نے ذکر مولیٰ میں گذارا، اور کس قدر غفلت میں پڑے رہے۔

اب جبکہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ کر چکا تو مراجعہ کرے، یعنی اللہ کی جانب مائل ہو اور اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ پھر مراقبہ کرے، یعنی یاد الٰہی میں ڈوب جائے اور اللہ اللہ کرتے سو جائے۔ یہ وہ قیمتی نسخہ ہے کہ انسان اگر اپنی زندگی میں نافذ کر لے تو اللہ کا سچا اور پکا نائب بن سکتا ہے۔

اے اللہ: تو ہمیں گناہوں سے بچا اور اپنی نعمتوں سے مالا مال فرما، کیونکہ گناہوں سے بچنے کی طاقت اور عبادت کی قوت تو ہی عطا کرنے والا ہے۔

☆☆☆

مولانا امام الدین سعیدی

مومنانہ صفات

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

" اِنَّمَا الْمُؤْ مِنُونُ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیَاتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ. اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ .اُوْلٰئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَّھُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْم." (انفال)

ترجمہ: مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے دل خوف سے کانپ جاتے ہیں اور جب اُن پر آیتوں کی تلاوت ہوتی ہیں تو اُن کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ صرف اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں، نماز کی پابندی کرتے ہیں جو بھی ہم نے انھیں عطا کیا ہے وہ اُسے میری راہ میں خرچ کرتے ہیں درحقیقت یہی لوگ مومن ہیں ان کے لیے رب کی بارگاہ میں درجے ہیں مغفرت اور پاکیزہ رزق کا انعام ہے۔

مذکورہ آیتوں میں اللہ رب العزت نے ایک مومن کامل کی خوبیوں اور صفتوں کا بیان کیا ہے جن اوصاف سے متصف ہونے کے بعد ہی اصل ایمان کا حصول ہوتا ہے جو اِس پیمانے سے باہر ہوگا وہ حقیقت میں اصل ایمان سے نا آشنا ہے، مجموعی طور سے اِن آیتوں میں پانچ علامتیں بیان کی گئی ہیں جو حقیقی مومن کے لیے ضروری ہیں۔

خوف: یہ پہلی علامت ہے جسے اہل ایمان کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے خوف درحقیقت یہی ہے کہ بندہ ہر لمحہ اپنے رب کو موجود جانے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے عقاب وعذاب سے ڈرتا رہے اور اس کا احساس اس کیفیت کے مطابق ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی شان قہاری اور شان جباری کا ڈر ہر برے عمل سے باز رکھے، کیونکہ اللہ کا خوف ہی ایک مومن کو اطاعت شعار اور فرماں بردار بناتا ہے۔نافرمانی یا بےعملی اسی لیے پیدا ہوتی ہے کہ قلب خشیت الٰہی سے خالی ہوتا ہے۔

ارباب حقیقت فرماتے ہیں کہ خوف دو قسم کا ہوتا ہے:

☆ایک عقاب کا خوف

☆دوسرا اجلال کا خوف

سزا وعقاب کے خوف کا تعلق نافرمانوں اور گنہ گاروں سے ہے۔

عظمت وجلال اور شان بے نیازی کے خوف کا تعلق نیک بندوں سے ہے، چاہے مقرب فرشتہ ہو یا نبی مرسل، سب اللہ کی کبریائی اور جلال وجبروت سے لرزہ براندام رہتے ہیں۔

شوق واخلاص: یہ دوسری صفت ہے جس کو اللہ رب العزت نے یوں بیان فرمایا ہے کہ جب اُن پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو اُن کے سننے سے اُن کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

یہاں ایمان سے مراد تصدیق وایقان ہے، مطلب یہ ہے کہ اُن کے یقین اور تصدیق سے کمی اور ضعف ختم ہو جاتا ہے، اس میں کمال پیدا ہونے لگتا ہے اور مضبوطی واستحکام پیدا ہو جاتا ہے جس سے اخلاص اور شوق کا جذبہ جنم لیتا ہے اور ایمان کے مقامات اور مدارج طے ہوتے رہتے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ایمان کے مراتب اور درجات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَۃً اَعْلاَھَا شَھَادَۃُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ

وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ ۔"(متفق علیہ)

یعنی ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں جن میں سب سے اونچی شاخ اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی سب سے کمتر شاخ راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ہے، نیز حیا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

یقین اور تصدیق میں اضافے کی یوں تو کئی صورتیں ہیں، ان میں ایک صورت جس کو امام واحدی نے بیان کیا ہے، یہ ہے کہ جس کے پاس جس قدر دلائل اور شواہد کی کثرت ہوگی اس کا یقین اسی قدر مضبوط اور قوی ہوگا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا:" لَوْوُزِنَ اِيْمَانُ اَبِى بَكْرٍ بِاِيْمَانِ اَهْلِ الْاَرْضِ لَرَجَحَ ۔"(تفسیر کبیر)

یعنی اگر ابو بکر کے ایمان کو سارے اہل ایمان کے مقابلے تولا جائے تو ابو بکر کا ایمان بھاری پڑ جائے گا۔

مطلب یہ ہے کہ تصدیق اور یقین کے جس مقام پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں وہاں کوئی نہیں۔

توکل : یہ تیسری علامت ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دینا، یہ ایمان و یقین کے اس مقام پر فائز ہونا ہے کہ وہ کسی بھی معاملے میں خدا کے علاوہ کسی پر اعتماد نہ کرے، اسی کی کارسازی پر بھروسہ رکھے اور ہر کام بنانے والا اسی کو جانے۔

واضح رہے کہ توکل کا یہ مطلب نہیں کہ بندہ ظاہری اسباب کا استعمال اور کسب کو چھوڑ دے، بلکہ اپنی کوشش اور اسباب کو بروئے کار لاتے ہوئے یہ کامل اعتماد بھی رکھے کہ کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہ اپنی کارسازی کسی نہ کسی انداز سے ظاہر کرتا ہے، مولائے روم قدس سرہ فرماتے ہیں:

"کسب کن پس تکیہ بر جبار کن ۔"

یعنی پہلے محنت کر پھر اس کے بعد رب پر بھروسہ رکھ۔

اسی طرف قرآن میں بھی اشارہ کیا گیا ہے:

" فَاِذَا عَزَمْتَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰه ۔"

ترجمہ: جب کسی کام کا پختہ ارادہ کرلو تو اس کے بعد اللہ پر توکل اور بھروسہ کرو۔

حاصل یہ کہ بندہ کوشش میں لگا رہے اور نتیجہ و انجام کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرے۔

نماز : یہ چوتھی صفت ہے، اقامت نماز کا مطلب ہے کہ جملہ شرائط اور ظاہری و باطنی آداب کی رعایت کرتے ہوئے نماز ادا کرنا اور اُس میں ہمیشگی ہو۔ بلاشبہ نماز افضل ترین عبادت ہے جو ایک بندۂ مومن کی معراج ہے مگر یہ تبھی حاصل ہوگی جب اُس کی روح اس میں شامل ہو اور اُس کی روح احسان ہے، یعنی خلوص جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا:

"اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ ۔"

یعنی اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ نہ ہو تو کم سے کم یہ خیال جما لو کہ اللہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

نماز کی لذت بھی اسی وقت ملتی ہے جب بندہ اِس تصور کے ساتھ نماز میں کھڑا ہو کہ میں اللہ کی بارگاہ خاص میں آیا ہوں اور جب سجدے میں پیشانی رکھے تو یہ محسوس کرے کہ میں نے صرف اپنی پیشانی نہیں جھکائی ہے، بلکہ اپنے آپ کو اللہ رب العزت کے قرب خاص میں سونپ دیا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں مرفوعاً روایت ہے: اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ ۔(تفسیر آلوسی، جلد ۲۳، ص:۵۴)

حالت سجدہ میں بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

انفاق : پانچویں صفت انفاق بتائی گئی ہے، اس کو عام

طور سے زکاۃ اور صدقات پر محمول کیا جاتا ہے، مراد یہ ہے کہ جہاں بھی دین کی اشاعت و تبلیغ کے لیے ضرورت پڑ جائے تو وہ اپنا سرمایہ خرچ کرنے میں دریغ نہیں کرتے ہیں اور اللہ کی دی ہوئی دولت میں ان کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ جس طرح اس میں ان کا حق ہے اسی طرح دوسروں کے بھی حقوق ہیں، یعنی غربا و مساکین اور حاجت مندوں کا۔

انفاق کا ایک مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ جس کے پاس جو بھی نعمت اور دولت ہو، اُسے راہ مولیٰ میں لگائے، چاہے سرمایہ ہو یا علم و فن کی نعمت ہو، اولاد ہو یا صحت و توانائی، سب کو اللہ کی راہ میں استعمال کرے۔

اِن اوصاف میں تین کا تعلق انسان کے باطن سے ہے جو نظر نہیں آتا، جیسے خوف و شوق اور اخلاص و توکل، یہ سب باطنی کیفیتیں ہیں اور دو کا تعلق ظاہر سے ہے، یعنی نماز اور انفاق۔

مجموعی طور پر یہ کچھ احوال ہیں اور کچھ اعمال، ان کو اپنے وجود میں راسخ کر لینے سے اصل ایمان کی لذت ملتی ہے، حقیقت ایمان سے آشنائی ہوتی ہے اور جسے اصل ایمان اور حقیقت ایمان کا حصول ہوتا ہے تو اس کے لیے کچھ خاص انعامات ہوتے ہیں جو ہر کسی کے حصے میں نہیں، جیسا کہ ان پانچ صفتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْم.''

یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قربت میں اُن کے لیے مخصوص درجات ہیں، وہ کیسے ہیں اور کیا ہیں؟ یہ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ 'مغفرت' سے مراد عیوب پر پردہ ڈالنا ہے، لیکن عارفین کے نزدیک اس کا مطلب اُن حجابات کا ختم کرنا ہے جو غیر اللہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ 'رزق کریم' سے مراد عام مفسرین کے نزدیک جنت ہے اور اہل عرفان کے نزدیک وہ انوار و تجلیات مراد ہیں جو اللہ کی محبت اور معرفت میں غرق ہونے کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو بھی اپنے محبوبوں کے صدقے ان اوصاف کا حامل بنا دے اور حقیقت ایمان کی چاشنی عطا کر دے۔ (آمین)

☆☆☆

اللہ تعالیٰ ہمارا اور سارے جہان کا پالنہار ہے اس کے

جنتی اور دوزخی

حضرت حارثہ بن وہب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا میں تم کو جنت والوں کے بارے میں نہ بتا دوں کہ وہ کون لوگ ہوں گے۔ ہر وہ کمزور اور لوگوں کی نظر میں حقیر کہ اگر اللہ پر قسم کھا لے تو وہ اس کی قسم پوری فرما دے۔

کیا میں تمھیں جہنمیوں کے بارے میں نہ بتا دوں؟ کہ کون لوگ ہوں گے۔ ہر سخت دل بخیل اور تکبر کرنے والے۔

(مشکوۃ، باب الغضب والکبر)

مولاناضیاء الرحمن علیمی

لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ کی حقیقت

باوجوداس کی ذات اوراس کے موجود ہونے پر ہماراایمان کامل نہیں یوں ہی اس کی صفات پر بھی ہماراایمان ناقص ہے، یہی حال ایمانیات کی دوسری شاخوں کا ہے۔

مثال کے طور پراللہ تعالیٰ کی صفات میں ایک صفت یہ ہے کہ اللہ ہراس بات پرقادر ہے جس سے اس کی مشیت کاتعلق ہے۔ وہی اکیلا قوت والا ہے اور وہی حقیقی قدرت والا ہے۔اس کے ضروری معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی قادر حقیقی، قادر مطلق اورصاحب قوت نہیں ۔یہیں سے یہ معنی بھی نکلتے ہیں کہ قدرت حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی لیے ہے۔ اس کوقرآن کریم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"لَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ"اوراسی کواحادیث کریمہ میں"لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ" سےتعبیر کیا گیا ہے،اس کی بناپر بندۂ مومن انفس وآفاق میں ظاہر ہونے والی ہرتبدیلی کورب تعالیٰ کی قوت اوراس کی قدرت سے جانتاہے،اس تبدیلی سے اگرخوداس کی ذات میں یا کائنات میں کوئی مسرت بخش تبدیلی رونما ہوتی ہے توبندۂ مومن اس قادرمطلق اورانعام فرمانے والی ذات کاشکر بجالاتا ہے،اوراس کی حمد وثنا کرتا ہے اوراسے صرف اس کافضل واحسان قرار دیتاہے،اوراگراس تبدیلی سے کوئی بری بات سامنے آتی ہے تواس وقت بھی وہ بندہ اپنے رب سے غافل نہیں ہوتا بلکہ وہ'اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ' (بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اوراسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔) پڑھ کر ایک طرف اس بات کااعلان کرتا ہے کہ کائنات میں رونما ہونے والاخوفناک سے خوفناک واقعہ اس کورب تعالیٰ سے غافل اوردور نہیں کرسکتا،تودوسری طرف"لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ"پڑھ کراپنی ایمانی قوت کااعلان کرتا ہے۔اس کائنات رنگ وبو میں صرف ایک اللہ کی قوت اوراس کے تصرف کااقرار کرتا ہے اورغیراللہ کی ساری قوتوں کاانکار کرکے مخلوق کے نفع وضرر سے اپنی بے نیازی کا اظہار کرتاہے،ساتھ ہی اگراس تبدیلی کاظہورکسی مصیبت کی صورت میں ہوتا ہے تواسے اپنی شامت نفس اورگناہوں کانتیجہ قرار دیتا ہے۔

لاحول کے ورد میں پنہاں اسرار

لاحول ولاقوۃ الاباللہ ایک ایساکلمہ ہے جس سے بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی خودسپردگی کااعلان کرتا ہے،اس کے فیصلے کے سامنے سرتسلیم خم کرتا ہے اوراس بات کااقرار کرتا ہے کہ اللہ کے علاوہ اس کائنات کاکوئی صانع اوراس کے فیصلوں کوٹالنے والانہیں، درحقیقت بندہ کی قدرت میں کچھ بھی نہیں اوراللہ کے ماسوا کاعالم میں کوئی تصرف نہیں ۔جب بندہ یہ اقرار کرے گا اور اس کا اعتقاد رکھے گا تووہ ثواب کامستحق ہوگا اور یہ بہت ہی عمدہ قسم کاثواب ہوگا،جس طرح خزانہ سب سے عمدہ مال ہوتا ہے اسی طرح اس کاثواب بھی سب سے عمدہ ہوگا،چنانچہ صحاح ستہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اوردیگراصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلا أَدُلُّکَ عَلٰی کَنْزٍ مِنْ کُنُوزِ الْجَنَّةِ ؟ قُلْتُ : بَلَی ، قَالَ :قُل لا حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّه.

(مسلم ج:۸،ص:۷۳)

ترجمہ: کیامیں تمھیں جنت کےخزانوں میں سے ایک خزانے کے بارے میں نہ بتاؤں میں نے عرض کیا: کیوں نہیں

یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰہِ پڑھا کرو۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے بارے میں احادیث میں وارد ہے کہ یہ ننانوے امراض کا علاج ہے۔

(المعجم الاوسط، ج:۴،ص۳۳)

یہظاہر ہے کہ وہ ننانوے امراض باطنی ہی ہیں،ان امراض کی تفصیلات میں نہ جا کر صرف اتنا معلوم کر لینا کافی ہے کہ ان سارے امراض کا تعلق خصوصیت کے ساتھ غیر اللہ کے لیے قدرت وقوت اور نفع ونقصان کو ثابت کرنے سے ہے، مثلاً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس شخص نے گھر سے نکلتے وقت کہا: بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ، (اللہ کے نام سے، میں نے اسی پر توکل کیا) لا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إلا بِاللَّهِ تو اس سے کہا جائے گا کہ تمہارے لیے یہ کفایت کیا گیا اور تم کو محفوظ کر دیا گیا اور تم سے شیطان کو دور کر دیا گیا۔(ترمذی: حدیث نمبر۳۴۲۶)

انسان چوں کہ جب اپنے گھر سے رخصت ہو رہا ہوتا ہے تو اعتقادی طور پر اس کے کمزور ہونے کا بہت امکان ہوتا ہے اور صورت حال یہ ہوتی ہے کہ اس کے دل میں طرح طرح کے شیطانی خیالات گردش کر رہے ہوتے ہیں کہ میرے بعد میرے گھر کا کیا حال ہوگا،کوئی میرے مال واسباب کو نقصان تو نہیں پہنچائے گا اور اس طرح کے دوسرے بیہودہ خیالات دماغ میں ہوتے ہیں اور اس طرح وہ کہیں نہ کہیں غیر اللہ کے لیے حقیقی قدرت وقوت اور تاثیر ثابت کرتا معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھ لو۔اس سے تمہاری تشویس دور ہو جائے گی۔ پڑھ لینے کا یہاں مطلب یہ ہے کہ تم جس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت محض کا اعتقاد رکھتے ہو،اور اس کا اقرار کرتے ہو،اسی طرح گھر سے نکلتے وقت ایک بار پھر جب کہ تمہارے ذہن ودماغ میں بیہودہ خیالات گردش کر رہے ہیں تو اس کلمے کا از سر نو اقرار کر کے اپنے اعتقاد کا از سر نو اظہار کر لو، ماسوا کے نفع ونقصان سے آزاد ہو جاؤ، ساری قوتوں اور سارے منافع کو صرف اس ایک رب ذوالجلال کی طرف منسوب کرو جو ہر وقت ساری مخلوق کا نگہبان ہے، اسی طرح شیطانی چال ناکام ہو جائے گی، تم کامیاب رہو گے اور شیطان ذلیل ورسوا ہو جائے گا۔

اس قسم کی بہت ساری احادیث ہیں جن میں مختلف مقامات پر ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، ان سب کا مقصود صرف اور صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قوت والا ہونے اور نفع وضرر کا مالک ہونے کے اعتقاد کی تجدید اور ناموافق صورت حال میں غیر اللہ کی طرف مائل ہونے سے بندے کو روکا جائے۔

رسمی ورد سے کوئی فائدہ نہیں

ان ساری تفصیلات کے بعد اب ہم اپنی صورت حال کا جائزہ لیں کہ مختلف مواقع پر ہم ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کس طرح پڑھتے ہیں اور اس ورد کے جو شرعی اور ایمانی مقاصد ہیں ان کی تکمیل کر پا رہے ہیں؟ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ''لاحول'' پڑھنے کے جو ایمانی مقاصد ہیں ان کی تکمیل بالکل ہی نہیں ہو پا رہی ہے، مثلاً اگر ہم کوئی بری خبر، گدھے کی آواز، اور کتے کا رونا سن لیتے ہیں یا بلی راستہ کاٹ کر چلی جاتی ہے تو ہم اس وقت ''لاحول'' پڑھتے ہیں، چوں کہ بری خبر سن کر بندہ رب سے غافل ہو جاتا ہے، کہیں نہ کہیں غیر اللہ کو قادر، نافع اور ضار سمجھ لیتا ہے، یوں ہی گدھے کی آواز، کتے کا رونا اور بلی کا راستہ کاٹ جانا عرف میں منحوس سمجھا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے گویا بندہ یہ یقین کر بیٹھتا ہے کہ ان باتوں سے اس کا کچھ بگڑ سکتا ہے،

اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے وارثین نے یہ تعلیم دی کہ ان مواقع پر ''لاحول'' پڑھ لیا کرو، اس سے بد اعتقادی کی جڑ کٹ جائے گی اور صرف رب العالمین کے قادر و قوی اور نافع وضار ہونے کے عقیدے کی تجدید اور غیر اللہ کی تردید ہو جائے گی، لیکن جس طرح ہم ''لاحول'' پڑھتے ہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں، کیوں کہ کسی بھی عمل کو ایمانی اور اعتقادی طور پر انجام دیا جاتا ہے یا تقلیدی طور پر یا پھر رسمی طور پر، ہماری صورت حال یہ ہے کہ ہم دوسرے اعمال کی طرح ''لاحول'' بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت مطلقہ کا کامل اعتقاد رکھتے ہوئے اور اس کا اظہار کرتے ہوئے نہیں پڑھتے۔

اب یہاں پر کوئی یہ نہ کہے کہ ایمان واعتقاد کا تعلق تو قلب سے ہے پھر کسی کو کیا پتا کہ کون اعتقاد رکھتے ہوئے پڑھ رہا ہے اور کون اس کے بغیر، کیوں کہ باطن میں کیا ہے اس کا علم ظاہری علامتوں کے ذریعہ ہو سکتا ہے، مثلاً اگر قلب میں اللہ کے قادر مطلق ہونے نفع وضرر کا مالک ہونے کا اعتقاد و ایمان راسخ ہو جائے اور پھر بری خبر سن کر یا دوسرے مواقع پر لاحول پڑھا جائے کہ بندہ لاحول پڑھنے کے بعد پر سکون ہو جائے گا اور اس کا حزن وملال دور ہو جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا اور غیر اللہ سے اپنا رشتہ توڑتا نظر آئے گا، لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ لاکھ ''لاحول'' پڑھنے کے بعد بھی اس کا اثر نظر نہیں آتا بلکہ ہم اور زیادہ غیر اللہ کی قوت کا اقرار کرتے ہوئے اور اس کے نفع ونقصان کو تسلیم کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور اس کی قوت اور اس کے ضرر کو دور کرنے اور اس کے برے اثر کی کاٹ کے لیے'' لاحول'' پڑھتے ہیں جب کہ قوت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ ہے، لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہم خالص ایمان کے ساتھ لاحول نہیں پڑھتے۔

بہت سے لوگ تقلیدی طور پر لاحول پڑھتے ہیں، انھیں لاحول کی حقیقت کی سمجھ نہیں ہوتی لیکن چوں کہ انھوں نے اپنے بڑوں کو مختلف مواقع پر ایسا کرتے دیکھا تھا لہٰذا وہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں، ایسے لوگ بھی غنیمت ہیں اور عنداللہ پیروی کے سبب اجر کے مستحق ہوں گے، لیکن اکثر لوگ صرف رسمی طور پر لاحول پڑھتے ہیں، انھیں نہ اس کلمے کی حقیقت کا علم اور اس کی معرفت ہوتی ہے اور نہ ہی وہ صالحین کی تقلید کرتے ہیں بلکہ جب انھیں اپنی دنیا بگڑتی نظر آتی ہے یا مخلوق سے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے تو ایسے میں اس امید سے یہ کلمہ پڑھتے ہیں کہ شاید وہ نقصان دور ہو جائے اور ان کی دنیا بگڑنے سے بچ جائے۔ انھیں دین سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا وہ'' واتبع ھواہ'' (خواہش کے پیروکار) کے زمرے میں شامل ہوتے ہیں، انھیں آخرت میں اس عمل پر کوئی حصہ نہیں ملے گا، ایسے لوگ شرک خفی میں مبتلا ہیں، اور ان کا معاملہ حد سے آگے بڑھا ہوا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ'' لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' ایمان کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، غیر اللہ سے آزادی کا پروانہ ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کا زینہ ہے اور شیطان کی مکروفریب اور اس کی گمراہیوں سے نجات کا وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو'' لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کے ورد کی برکت سے اس کی حقیقی فہم اور اس کی معرفت عطا فرمائے، اسے ہمارے کمال ایمان کا ذریعہ بنائے اور ہمیں اپنی ذات وصفات کا عارف بنائے۔ (آمین)

☆☆☆

غلام مصطفیٰ ازہری

بیعت و ارادت

بیعت

لغت: بیعت کا معنی خرید وفروخت کے ہیں، یہ لفظ دومتضاد معنی رکھتا ہے، عرف میں معاہدہ پر بھی بولا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْراً عَظِيْماً." (فتح، آیت:۱۰)

ترجمہ: جولوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی بیعت کرتے ہیں کیونکہ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے اس عہد کو توڑا، اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا، اور جس نے اس عہد کو پورا کیا جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو اللہ اسے بہت ثواب دے گا۔

اصطلاح: طریقت کی زبان میں بیعت کا مطلب ہوتا ہے کہ بندہ اپنے آپ کو آسانی یا تنگی ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کردے اور ان کا حکم بجالائے۔

ارادت

لغت: ارادت کا معنی چاہنا، قصد کرنا ہے، اس کا اسم فاعل مرید (ارادہ کرنے والا) ہے۔

اصطلاح: صوفیا کے نزدیک ارادت کا مطلب ہوتا ہے کہ بندہ کی آتش ارادت اس کی تمام خواہشات کو ختم کردے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ" (کہف، آیت:۲۸)

ترجمہ: اور اپنے آپ کو ان کے پاس روکے رکھو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اس کی رضا چاہتے ہیں اور اپنا رخ ان سے مت ہٹاؤ۔

بیعت ارادت: بندہ اپنے ارادہ واختیار سے یکسر باہر ہوکر اپنے آپ کو شیخ مرشد، ہادیِ برحق اور واصل حق کے ہاتھ میں بالکل سپرد کردے اسے مطلقا اپنا حاکم ومالک ومتصرف جانے، اس کے چلانے پر راہ سلوک چلے، کوئی قدم بے اس کی مرضی کے نہ رکھے۔

بیعت کا ثبوت:

قران: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(۱) "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحاً قَرِيْبا." (فتح، آیت:۱۸)

ترجمہ: بے شک اللہ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمھاری بیعت کررہے تھے، اللہ نے جانا جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، ان پر اطمینان اتارا، اور انھیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

(۲) "إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ." (توبہ، ۱۱۱)

ترجمہ: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے جنت کے بدلے میں ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں۔

(۳) فتح، آیت: ۱۰   (۴) کہف، آیت: ۲۸

یہ آیتیں گذر چکی ہیں۔

حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) سیدنا عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: بَايَعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلى الله تعالىٰ عليه وسلم عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَاَنْ لَانُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهُ.‘‘

(بخاری، الفتن، باب ستر ون بعدی امور)

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہر آسانی ودشواری ہر خوشی ونا گواری میں حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور صاحب حکم کے کسی حکم میں چون وچرا نہ کریں گے۔

(۲) ’’إِنَّ اللّٰهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلاثًا، وَيَسْخَطُ لَكُمْ ثَلاثًا، يَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا، وَأَنْ تَنَاصَحُوا مَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ أَمْرَكُمْ، وَيَسْخَطُ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ.‘‘ (صحیح ابن حبان ۸/۲۸۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تمھاری تین باتوں کو پسند فرماتا ہے اور تمھاری تین باتوں سے ناراض ہوتا ہے، تین باتیں جن سے اللہ راضی ہوتا ہے یہ ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تین باتیں جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے یہ ہیں، قیل وقال کرنے سے، مال ضائع کرنے سے اور کثرت سوال سے۔

(۳) ’’عَنْ مَجَاشِعَ بْنِ مَسْعُود: أَنَّهُ أَتٰى رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه و سلم لِيُبَايَعَهُ عَلَى الْهِجْرَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلى الله عليه و سلم: لَا بَلْ نُبَايِعُ عَلَى الاسْلامِ فَاِنَّهُ لا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ فَتَكُونَ مِنَ الْبَايِعِينَ بِالاِحْسَانِ.‘‘ (المعجم الکبیر ۲۰/۳۲۵)

ترجمہ: مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تاکہ وہ ہجرت پر بیعت کریں، رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ ہم اسلام پر بیعت کریں گے، کیونکہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں، تو احسان (اخلاص) پر بیعت کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

(۴) عن عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ يَقُولُ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي مَجْلِسٍ تُبَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ فَأَمْرُهُ إِلَى اللّٰهِ إِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ وَإِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِكَ   (بخاری، باب بیعۃ النساء)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے، اور چوری نہ کرو گے، اور بدکاری نہ کرو گے، اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے اور کسی پر بہتان نہ لگاؤ گے، اور اچھی بات میں نافرمانی نہ کرو گے تو جس نے اس عہد کو پورا کیا اللہ اس کو اجر دے گا اور جس نے ان میں سے کسی عہد کو پورا نہیں کیا، اگر اس دنیا میں اس کو سزا دی جائے تو یہ اس کے لیے گناہوں کا کفارہ اور پاکی ہے اور جس نے ان میں سے کسی عہد کو پورا نہیں کیا اور اللہ نے اس کو چھپا لیا تو یہ اللہ کی مرضی پر ہے، وہ چاہے گا تو

معاف فرما دے گا اور اگر چاہے تو سزا دے گا۔

حضرت عبادہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ علیہ وسلم سے ان ہی پر بیعت کی۔

مـــریـد: اس کو کہتے ہیں کہ جو اپنے ارادہ واختیار سے باہر آجائے اور اپنے آپ کو فنافی الشیخ (یعنی اپنے ارادہ واختیار کو شیخ کے حوالے) کردے، کیونکہ شیخ کے زیرحکم ہونا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرحکم ہونا ہے اور شیخ کی نافرمانی کرنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ."

یعنی علمائے ربانی اور مشائخ کرام ہی انبیا کے اصل وارث ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرماتا ہے:

"وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ."

ترجمہ: اس کی اتباع کرو جو میری طرف مائل ہو۔

اور دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

"وَلَاتُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا."

ترجمہ: اور اس کی اتباع نہ کرو جس کے دل کو میں نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔

مرشد: مکمل طور پر نائب نبی ہوتا ہے، مرشد کے لیے بہت ساری شرطیں ہیں، لیکن ان میں سے کم از کم درج ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔صحبت واجازت کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو۔

۲۔سنی صحیح العقیدہ ہو۔

۳۔ضروریات کے مسائل خود حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۴۔فاسق معلن نہ ہو۔

۵۔نفس کی خرابیوں، خواہشات اور شیطان کی مکاریوں سے آگاہ ہو، اور اس کا علاج بھی جانتا ہو۔

۶۔دوسروں کی تربیت کرسکتا ہو، مریدین پر شفقت رکھتا ہو، اور ان کے عیوب پر انھیں مطلع بھی کرتا ہو۔

۷۔خود بھی کامل ہو اور دوسروں کو بھی کامل بنانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۸۔نہ محض سالک، نہ محض مجذوب ہو، بلکہ سالک مجذوب یا مجذوب سالک ہو۔

تنبیہ: آج کل کی جتنی بھی بیعتیں اور خلافتیں ہیں، وہ سب محض تبرکاً ہیں یا محض رسماً، اُن پر بیعت وخلافت کا اطلاق نہ کرنا ہی زیادہ مناسب اور بہتر ہے، کیونکہ دنیا وآخرت میں اس کا کوئی فائدہ نہیں، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"آج کل عام بیعتیں یہی ہیں، وہ بھی نیک نیتوں کی، ورنہ بہتوں کی بیعت دنیاوی اغراض فاسدہ کے لئے ہوتی ہے۔ وہ خارج از بحث ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج:۲۱،ص:۵۰۷)

البتہ! بیعت تبرک کا فائدہ اتنا ہے کہ صاحب سلسلہ سے محبت رکھنے والوں میں شمار ہوگا اور ممکن ہے کہ ان سے محبت رکھنے کے سبب کل قیامت میں شفاعت نصیب ہو جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ."

یعنی قیامت کے دن وہ اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہوگا۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ خلافت کی مذکورہ شرطوں میں سے پہلی چار شرطیں جو لوگوں میں مشہور بھی ہیں، یہ پیر اتصال کی شرطیں ہیں اور پیر اتصال سے بیعت ہونا تبرک محض ہے، اس لیے پیر ایصال کی تلاش اور ان کا مرید حقیقی بنا ضروری ہے۔

☆☆☆

شاھد رضا ازھری

اسلام اور تجارت

اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی گذارنے کے لیے بہت سارے اسباب پیدا فرمائے ہیں ان ہی اسباب میں سے ایک سبب تجارت بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے تجارت میں بھی اپنا فضل تلاش کرنے کا حکم فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا اور طلب معاش کے لیے تجارت اور صنعت وحرفت میں مشغول رہے۔ اب ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ جب وہ اسباب زندگی کی تلاش کرے تو اُن اسباب وذرائع کو دیکھے اور غور وفکر کرے کہ واقعی ان کا پیشہ انبیائے کرام اور صحابہ عظام رضی اللہ عنہم کے بتائے ہوئے دستور اور اصول کے مطابق ہے یا نہیں، اگر وہ تجارت اسلامی قانون کے دائرے میں ہو تو اُن اسباب کا استعمال کیا جائے گا اور اگر شریعت اسلامیہ کے دستور کے مخالف ہو تو اُسے چھوڑ دیا جائے گا، کیونکہ اُن نفوس قدسیہ نے تجارت کر کے بتایا کہ تجارت کیسے کی جاتی ہے اور اُن کے مقاصد کیا ہوتے ہیں؟ بغور دیکھیں تو اُن کے مقاصد کچھ اس طرح ہیں کہ: سامان تجارت کے ذریعے اللہ کے بندوں سے ملنا اور اخلاق حسنہ کا مظاہرہ کرنا، امن وسلامتی کا پیغام پہنچانا، اسلام کی دعوت دینا، غربا، مساکین اور فقرا کی پرورش کرنا۔ صحابۂ کرام جو مال میدان جنگ میں حاصل کرتے تھے اس کو کمزور و ناتواں پر خرچ کردیتے تھے۔ وہ تجارت مال و دولت جمع کرنے کے لیے نہیں، بلکہ پوری دنیا میں اسلام کی روشنی پھیلانے کے لیے کیا کرتے تھے۔ کسی بھی ذی علم سے مشرق وسطیٰ کی تاریخ چھپی ہوئی نہیں ہوگی کہ جب صحابۂ کرام وہاں داخل ہوئے تو تاجر کی شکل میں داخل ہوئے تھے، لیکن تجارت کے ساتھ ساتھ وہ اسلام کی دعوت بھی پیش کررہے تھے۔ تجارت کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہوتا ہے، ارشاد الٰہی ہے: " فَانْتَشِرُوا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ". (جمعہ، آیت: ۱۰)

یعنی زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔

حضرت محمد بن اسمٰعیل بخاری قدس سرہ اپنی کتاب ''صحیح بخاری'' میں نقل فرماتے ہیں کہ:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز زمانہ جاہلیت میں مشہور بازار تھے، جب اسلام کا دور آیا تو لوگوں نے اُن بازاروں میں خرید و فروخت کو گناہ تصور کیا، اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

"لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّکُمْ. " (بقرہ، آیت: ۱۹۸)

ترجمہ: اپنے رب کا فضل تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت امام مہلب المکی قدس سرہ نے کہا ہے کہ شریف آدمی بازار میں خرید و فروخت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس تجارت اور خرید و فروخت کی وجہ سے اپنے آپ کو اس چیز سے محفوظ رکھے گا کہ کوئی شخص اس کے اوپر اپنا مال و متاع خرچ کرے۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بندہ اپنے لیے محنت و مشقت کرے، عطیات اور صدقات کے سہارے

زندگی گذارنے کے بجائے جدوجہد کرکے اپنی روزی کمائے، تاکہ اس کی کمائی پر اللہ تعالیٰ کا انعام و فضل ہو، اور وہ ایک پاکیزہ اور صاف ستھری زندگی گذارے۔

جب انسان بذات خود مسلسل کوشش کرتا ہے تو کسی کے سامنے دست سوال پھیلانے کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی ہے جہاں تک ہوتا ہے وہ کسی کے سامنے ہاتھ دراز کرنے سے گریز کرتا ہے، حضرت لقمان علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے بیٹوں سے کہا: اپنا حصہ لو اور اپنی کمائی میں سے آخرت کے لیے خرچ کرو، اور دنیا کو بالکل ترک نہ کرو ورنہ تمہارے بال بچے دوسروں کے کندھوں پر بوجھ بن جائیں گے۔

''عمدۃ القاری'' میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ الصلاۃ و السلام لوہے کی زرہ بناتے تھے اور اس سے زندگی کی ضروریات پوری کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''

ان داؤد علیہ السلام کَانَ لَا یَاکُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدِہ .''

یعنی داؤد علیہ السلام صرف اپنی کمائی سے کھاتے تھے۔

حضرت امام احمد بن حنبل قدس سرہ نے نقل فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سی کمائی پاکیزہ و افضل ہے تو آپ نے فرمایا انسان کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر جائز خرید و فروخت۔

(مسند احمد، ج:۴، ص:۱۴۱)

حضرت امام ترمذی قدس سرہ نقل فرماتے ہیں کہ: سچے تاجر قیامت کے دن صدیقین اور شہدا کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ جب کوئی عالم محنت کرکے اپنا رزق حاصل کرتا ہے تو اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور اُسے معاشرے میں حقیر نظر سے دیکھا جاتا ہے کہ فلاں عالم دین ہوکر کاروبار اور تجارت میں لگا ہوا ہے۔ کاش! ہم اپنے اسلاف کی تاریخ اور کارنامے سے واقف ہوتے تو اس طرح کی کوئی مضحکہ خیز بات نہیں کرتے۔

حضرت امام طبرانی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ: ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی جھرمٹ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک اُن کی نظر ایک ایسے تندرست نوجوان پر پڑی جو روزی حاصل کرنے کے لیے محنت کر رہا تھا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ افسوس صد افسوس! یہ اس کام میں مشغول ہے، کاش! اس کی طاقت اور جوانی راہ خدا میں صرف ہوتی۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا مت کہو، اگر یہ شخص دست سوال دراز کرنے سے بچنے کے لیے اور لوگوں سے بے نیاز ہونے کے لیے محنت کر رہا ہے تو وہ راہ خدا میں ہے اور اگر یہ شخص اپنے ناتواں و کمزور والدین اور بچوں کے لیے محنت و مشقت کر رہا ہے تو وہ راہ خدا میں ہے، ہاں! گر مال کی کثرت، دوسروں پر مفاخرت اور فوقیت کے لیے یہ محنت کر رہا ہے تو وہ راہ خدا میں نہیں ہے، بلکہ شیطان کی راہ پر چل رہا ہے۔

(المعجم الکبیر)

ایک مرتبہ حضرت زید بن مسلمہ رضی اللہ عنہما اپنی زمین پر شجر کاری کر رہے تھے، اُدھر سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا تو فرمایا کہ: اے زید! اپنے دین کی حفاظت اور لوگوں سے بے نیاز ہونے کے لیے بہترین کام وہ ہے جس میں تم مشغول ہو۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھر باندھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے پھر وہ اس کو دے یا منع کردے۔

اس سے یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے کہ انسان خود محنت کرے، لیکن آج

ہمارے معاشرے میں لوگ محنت سے بھاگتے ہیں اور مانگنے کو ترجیح دیتے ہیں، جبکہ حلال رزق کی تلاش وجستجو میں ہمیشہ لگے رہنا چاہیے، حضرت امام ترمذی رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا." (ترمذی)

یعنی پرندہ صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کے آتے ہیں۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پرندے بھی رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں۔خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی حلال روزی کی تلاش میں مختلف ملکوں کا سفر کرتے تھے، یہاں تک کہ اپنے باغوں اور جنگلوں میں لکڑیاں کاٹنے کا کام انجام دیا کرتے تھے۔

لیکن یہ بات یاد رہے کہ اگر اس کا مال اُسے اللہ کی یاد سے غافل کردے تو وہ تاجر فاسق ہوگا اور اس کا مال فسق وفجور کا سبب بنے گا۔

حُبُّ الدُّنْیَا اَصْلُ کُلِّ خَطِیْئَۃ۔ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔(شعب الایمان،۱۳؍۷۴)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی تین قسمیں ہے:

۱۔وہ لوگ جو معاش کی مشغولیت میں آخرت کو بھول جاتے ہیں تو وہ ہلاکت کے راستے پر گامزن ہیں۔

۲۔وہ لوگ جو آخرت کی مشغولیت کے سبب معاش سے بے نیاز ہو جاتے ہیں یہ ان مغلوب الحال لوگوں کا درجہ ہے جو قربِ الٰہی کی انتہائی منزلوں پر فائز ہوتے ہیں۔

۳۔وہ لوگ جو آخرت کے لیے معاش میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ اعتدال کی راہ پر ہیں،لیکن اعتدال کا یہ درجہ اس وقت تک میسر نہیں ہوسکتا جب تک وہ معاش حاصل کرنے کے لیے شریعت کے بتائے ہوئے اصول پر نہ چلیں۔

اس تعلق سے ایک بات ذہن میں گردش کر رہی ہے جسے مرشد العلماء مخدوم الصلحاء داعی اسلام حضرت خواجہ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی نے ایک موقعہ پر فرمایا ہے:

یہاں جو تجارت کی جاتی ہے وہ اسلام کی نشر واشاعت کے لیے کی جاتی ہے، اپنی ضروریات کسی اور چیز سے بھی پوری کر سکتے ہیں، فرمایا: عبث یہ کڑی درمیانی نہیں ہے بلکہ تمام بندوں تک اسلام پہنچانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

☆☆☆

ماہنامہ خضر راہ

بہت تیزی کے ساتھ پسندیدہ رسالہ بنتا جا رہا ہے

جلد ایجنسی کے لیے رابطہ کریں

ایک شہر میں ایک ہی ایجنسی دی جائے گی

جو پہلے ایجنسی حاصل کریں گے ان کو ترجیح دی جائے گی

Mob: 09312922953, E-mail: khizrerah@gmail.com

محمد مبشر حسن مصباحی

غصہ اور ناراضگی

غصہ اور ناراضگی انسانی سماج ومعاشرے میں ایک ایسی بیماری ہے جو عام بیماریوں سے زیادہ نقصان دہ ہے۔اس نے ایک نہ ایک فرد، بلکہ پوری دنیا میں انسانیت کے شیرازے کو بکھیر کر رکھ دیا ہے۔اس وبا نے نہ صرف برصغیر ہندوستان، بلکہ ایشیا و یورپ اور دیگر ممالک کو بھی اپنی چپیٹ میں لے لیا ہے۔اسی غصہ اور ناراضگی کے سبب انسان ایک دوسرے سے برسرِ پیکار نظر آتا ہے اور یہ سلسلہ آج ایک نہ تھمنے والے سیلاب کی طرح آگے ہی بڑھتا جارہا ہے۔اس نے جہاں انسانیت کی روح، اخوت ومحبت اور انسان دوستی کو پامال کر رکھا ہے وہیں خاندانی رشتے، سماجی وملکی تعلقات اور خیرسگالی کے جذبات کو بھی متأثر کر رہا ہے۔غصہ اور ناراضگی آج جس طرح جان لیوا ہیضے کی شکل میں انسانی سماج کے اندر اپنے بال وپر جمارہے ہیں، اگر اس پر قابو نہ پایا گیا تو وہ دن دور نہیں کہ انسانیت کا جنازہ اٹھ جائے اور اس کے لیے کسی میڈیسن کی ضرورت نہیں ہے بلکہ انسان کو خود اس بیماری سے لڑنے کے لیے کوشش کرنا ہوگا۔

آج دوست واحباب کے درمیان جارحانہ سلوک، بھائیوں اور بہنوں میں اَن بن، باپ بیٹے اور ماں بیٹیوں کے بیچ تلخیاں، ان سب باتوں کا اصل سبب غصہ اور ناراضگی ہی ہے۔ انگنت شوہروں اور بیویوں کی خوش حال زندگیاں غصے اور ناراضگی ہی کی وجہ سے اجیرن بنی ہوئی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ قرآن واحادیث میں غصہ اور ناراضگی کی سخت مذمت کی گئی ہے اور حرام قرار دیا گیا ہے، جبکہ غصہ پینے ولے اور عفو درگذر سے کام لینے والوں کی تعریف وستائش کی گئی ہے، ایسے بندوں کو اللہ تعالیٰ بھی پسند کرتا جو غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں، ارشاد باری ہے:

وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ.'' (آل عمران آیت:۱۱۴)

ترجمہ: اور غصہ پینے والے اور لوگوں کو درگزر کرنے والے اور اللہ احسان کرنے والے کو پسند فرماتا ہے۔

ابلیس جب مردودِ بارگاہ الٰہی ہوا تو اس کی سب سے اہم اور بڑی وجہ غصہ اور ناراضگی ہی رہی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کے ساتھ ابلیس کو بھی یہ حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سوچ کر کہ وہ آگ سے بنایا گیا ہے اور حضرت آدم مٹی سے اور آگ مٹی سے بہر حال افضل واعلیٰ ہے، اپنے غصہ اور ناراضگی کا اظہار کر ڈالا، اور بولا:

''خَلَقْتَنِی مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْن.''

(اعراف، آیت:۱۲)

یعنی اے اللہ! تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور آدم کو مٹی سے۔

نتیجے کے طور پر بارگاہ خداوندی سے ہمیشہ کے لیے نکال دیا گیا، باوجود کہ وہ مُعَلِّمُ الْمَلَکُوتِ رہ چکا تھا۔معلوم ہوا کہ غصہ کرنا اور ناراض ہونا انسانی صفت نہیں ہے بلکہ یہ ایک شیطانی صفت ہے، جس سے بچنا انتہائی ضروری ہے، ورنہ غصہ اور ناراضگی کے سبب بندے کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ وبرباد ہوجائے گی۔

غصے کی حقیقت

غصہ اور غضب کا محل دل ہے جس کا معنی انتقام کے لیے خونِ دل کا جوش مارنا ہے۔ اس کے تین درجے ہیں:

۱۔افراط ۲۔تفریط ۳۔اعتدال

حدیث شریف میں ہے کہ:

بعض لوگوں کو غصہ جلد آ جاتا ہے اور جلد چلا جاتا ہے یہ ایک کے بدلے میں دوسرا ہے اور بعض کو غصہ دیر میں آتا ہے اور دیر میں جاتا ہے یہاں بھی ایک کے بدلے میں دوسرا ہے، یعنی ایک بات اچھی ہے اور ایک بات بری، ادلا بدلا ہو گیا۔ اور تم میں بہتر وہ ہیں کہ جنھیں دیر میں غصہ آئے اور جلد چلا جائے اور بدتر وہ ہیں جنھیں غصہ جلد آئے اور دیر میں جائے۔

غصے سے بچو کہ وہ آدمی کے دل پر ایک انگارا ہے۔ دیکھتے نہیں ہو کہ گلے کی رگیں پھول جاتی ہیں اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں جو شخص غصہ محسوس کرے لیٹ جائے اور زمین سے چمٹ جائے۔

معلوم ہوا کہ غصہ اچھی عادت نہیں، کیونکہ غصہ اچھے بھلے انسان کو وحشی بنا دیتا ہے اور اس کے درمیان اچھے برے کی تمیز بھی مٹا دیتا ہے، جس کی وجہ سے آپس میں نفاق تو پیدا ہوتا ہے معاشرے میں بھی اس کا غلط اثر پڑتا ہے۔

غصے کا علاج

غصے اور ناراضگی سے بچنے کے لیے لازم ہے کہ انسان اپنے اندر تشدد، انتہا پسندی، جارحیت اور کٹر اپن کو جگہ نہ دیں، بلکہ تواضع وانکساری، بردباری، لطف وکرم اور جود وسخا جیسے اعلیٰ صفات کے حامل بنیں، کیونکہ یہ صفات انسان کو غصے اور ناراضگی پر قابو پانے میں مدد کرتی ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی اور غصے کا علاج بتاتے ہوئے فرمایا:

غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوتا ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے، لہٰذا جب کسی کو غصہ آ جائے تو وضو کر لے۔ (ابوداؤد)

مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: جب کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، اگر غصہ چلا جائے تو ٹھیک ورنہ لیٹ جائے۔ (ترمذی)

سید عالم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف علاج پر اکتفا نہ کیا، بلکہ غصے سے محفوظ رہنے پر بے شمار برکتوں کی بشارت بھی دی، جیسا کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: یارسول اللہ!

"دُلَّنِی عَلَی عَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ، قَالَ لَاتَغْضَبْ." (المعجم الکبیر للطبرانی)

ترجمہ: مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتائیں جو جنت میں پہنچا دے فرمایا غصہ نہ کرو۔

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے:

"مَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَھُوَ یَسْتَطِیعُ أَنْ یُنفِذَہُ ، دَعَاہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.ی رُؤُوسِ الْخَلائِقِ ، حَتَّی یُخَیِّرَہُ فِی أَیِّ الْحُورِ شَاءَ." (ترمذی)

ترجمہ: جس نے غصہ کو پی لیا حالانکہ وہ غصہ کر سکتا تھا تو اللہ رب العزت اسے قیامت کے دن اختیار دے گا کہ وہ حور میں سے جس حور کو چاہے لے لے۔

اس طرح اسلامی تعلیمات اور انسانی تجربات کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ غصہ اور ناراضگی سے نہ صرف ہماری جانی و مالی نقصانات اور اتحاد کا شیرازہ بکھرتا ہے، بلکہ ہمارے اندر شیطانی اور ناپسندیدہ صفتیں بھی پیدا ہوتی ہیں جو ہمارے ایمان کو بھی کھوکھلا کر دیتی ہیں اور ہمارے سماج ومعاشرے کو بگاڑ دیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان بلاؤں سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ (آمین)

تنویر ارشد

تعلیم کا مفہوم

اللہ عزوجل کی اس دنیا میں مختلف قسم کی مخلوقات پائی جاتی ہیں اُن میں بعض مخلوقات کے پاس کچھ قدرتی صلاحتیں ہوتی ہیں جو اُنھیں ان کے ماحول کے ساتھ ہم آہنگی میں مدد فراہم کرتی ہیں اور انھیں اس مقصد کے حصول کے لیے کسی منظّم تعلیم وتربیت کی ضرورت نہیں پڑتی، مگر انسان کی حالت قدرے مختلف ہے، کیونکہ انسان تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ دوسرے پر منحصر رہتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اہل خاندان اور سماج انسان کو روایتی اور غیر روایتی، رسمی اور غیر رسمی طور پر تعلیم سے آراستہ کرنے کی جتن کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہوں، اور اپنی کفالت خود کرسکیں۔ جس فکر اور عقل سلیم کی وجہ سے انسان دیگر مخلوقات پر امتیازی شان رکھتا ہے وہ اُسے اس بات پر ابھارتی ہے کہ وہ تعلیم حاصل کرے اور یہی تعلیم اسے اپنے ماحول سے ہم آہنگی پیدا کرنے میں تاحیات مدد کرتی ہے۔

انسان کے وجود میں آتے ہی تعلیم کا عمل شروع ہو جاتا ہے، جس کے لیے ماں کی گود بنیادی کردار ادا کرتی ہے اور جو انسان کے لیے پہلا مکتب بھی ہے، اسی لیے ماں کی گود سے ہی حصول تعلیم پر زور دیا گیا ہے، حدیث شریف میں اسی پہلو کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

''اُطْلِبُوا لْعِلْمَ مِنَ الْمَھْدِ اِلیٰ اللَّحْدِ.''

یعنی ماں کی گود سے لے کر مرنے (قبر) تک علم حاصل کرو۔

کوشش اور خطا (Trail & Error) کی تکنیک کے استعمال سے وہ اس بات کو سیکھنے کی کوشش کرتا ہے کہ آخر کس طرح ماں کے سینے سے دودھ حاصل کیا جائے، چنانچہ جیسے جیسے اس کی معلومات کا دائرہ بڑھتا ہے ویسے ہی اس کے روایتی وغیر روایتی اور رسمی وغیر رسمی اساتذہ کی تعداد بھی بڑھتی رہتی ہے اور یہ عمل اس کی آخری سانس تک جاری رہتا ہے۔

اس طرح انسان کی پوری زندگی دانائی اور ذہانت کے ارد گرد گھومتی رہتی ہے جو اُسے دیگر مخلوقات کے مقابلے میں اشرف المخلوقات کا تاج پہناتی ہے اور صالح فکر کی وجہ سے معاشرتی تعلقات کا تانا بانا وجود میں آتا ہے جو دیگر حیوانات میں نہیں پایا جاتا ہے۔

آج کل، سماج اور سماجی ضروریات بہت زیادہ پیچیدہ ہوگئی ہیں۔ سماجی رشتے بھی دن بہ دن الجھتے جا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر تازہ سانس کے ساتھ ایک نیا چیلنج سامنے آجاتا ہے اور نت نئی ایجادات اور دریافت انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کررہی ہے کہ فطرت پر زیادہ سے زیادہ کنٹرول حاصل کیا جائے۔ ان سب باتوں کے علاوہ زندگی کو آسان اور آرام طلب بنانے میں اچھے سے اچھے کی تلاش نے بھی انسانی زندگی کے شب وروز کو انقلابی بنا کر رکھ دیا ہے، جس کا نتیجہ اس طور پر سامنے آرہا ہے کہ اسکولوں، مدارس، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رسمی تعلیم کے آغاز کی وکالت ہونے لگی ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ تعلیم کے عمل کو منظم اور صحت مند بنانے کے لیے فلسفیانہ خیالات، مذہبی اصول، نفسیاتی تجربات و اطلاعات اور سماجی بیداری و ضروریات بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

تعلیم کا حقیقی تصور کیا ہے اس کو سمجھنے کے لیے اس کے مفاہیم مندرجہ ذیل سطور میں پیش کیے جا رہے ہیں:

تعلیم کا عام مفہوم

عام لوگوں کے نزدیک مدرسہ یا اسکول میں دی جا رہی معلومات اور ہدایات ہی تعلیم ہیں۔ اس عمل میں اساتذہ کچھ مخصوص مقاصد کے تحت طلبا کو معلومات فراہم کرتے ہیں۔ اس میں اساتذہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے، جبکہ طلبا کی حیثیت محض ایک سامع جیسی ہوتی ہے۔ وہ صرف ان معلومات کو حاصل کرتے ہیں جو اُنھیں اساتذہ کے ذریعے دی جاتی ہیں اور اس عمل کے خاتمے پر سال کے آخر میں انھیں پاس اور فیل کی سند تھما دی جاتی ہے۔

تعلیم کا یہ تصور بہت ہی تنگ اور فرسودہ ہے، کیونکہ اس میں اساتذہ کے ذریعے صرف اطلاعات کی ترسیل ہوتی ہے اور طلبا کے ذریعے صرف ان کا حصول ہوتا ہے۔ اس عمل کا سب سے کمزور پہلو یہ ہے کہ اس میں طلبا کی شخصیت اور اس کی ہمہ جہت نشو ونما پر کوئی زور نہیں دیا جاتا۔ نتیجے کے طور پر اس طرح کی تعلیم طلبا کو اس قابل بنانے میں ناکام ثابت ہوتی ہے کہ وہ مستقبل کی مشکلات اور چیلنج کا سامنا کر سکیں۔

تعلیم کا تکنیکی مفہوم

یہ تعلیم مدرسہ، اسکول اور باہر ہونے والے اُن تمام تجربات و مشاہدات کو شامل ہے جو ایک فرد کو اس کی پوری زندگی میں کسی بھی طرح سے متأثر کرتے ہیں۔ ابتدائی طور پر یہ طلبا کی شخصیت کی نشو ونما اور اُن کے کردار کی تعمیر کے عمل کا نام ہے۔

اس طرح تعلیم شعوری اور غیر شعوری طور پر ایک مسلسل عمل ہے جو فرد، مقام اور وقت کی پابندیوں سے آزاد ہے۔ بیداری کی حالت میں ہر وقت ہم کچھ نہ کچھ ضرور حاصل کرتے رہتے ہیں چاہے وہ تعلیم کی شکل میں، تجربات کی شکل میں ہو یا پھر معلومات کی شکل میں۔

وہ جگہ جہاں تجربات کے تبادلے ہوتے رہتے ہیں، تکنیکی طور پر مدرسہ یا اسکول کہے جاتے ہیں اور ہر وہ فرد جو اِس عمل میں زیادہ سرگرم کردار ادا کرتا ہے وہ استاد کہلاتا ہے۔

تعلیم کا عملی مفہوم

عملی طور پر نئے تجربات اور شخصیت کی ہمہ جہت نشو ونما کے لیے، فرد کی جبلی صلاحیتوں کا مکمل استعمال ہی تعلیم ہے، جس سے اس کی ذہنی، جسمانی اور روحانی صلاحیتوں کو فروغ حاصل ہو، اور اس تعلیم کے استعمال سے اُسے اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنی معلومات، تجربات اور مشاہدات کا حقیقی زندگی پر اطلاق کرے تا کہ اپنی ذات، سماج اور ملک وقوم کی فلاح و بہبود کا کام عمدہ طریقے سے انجام دے سکے۔

اس طرح تعلیم اپنے حدود کے اندر رہ کر بھی ایک فرد کو مکمل اور مثالی بنا سکتی ہے، اگر چہ کمال کا سب سے اونچا درجہ کبھی بھی قابل تسخیر نہیں رہا ہے، کیونکہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات ہی کامل اور مکمل ہے۔

☆☆☆

اردو رسائل و جرائد اس لیے خریدیں اور پڑھیں کہ اس سے خود کی اور گھر والوں کی دینی، فکری، روحانی تربیت ہوتی ہے۔

ماہ شعبان اور شب برأت

اللہ تعالیٰ کی فیاضی کا اندازہ کون کرسکتا ہے کہ مسلمان گناہ پہ گناہ کیے جارہا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ مختلف بہانوں سے بندے کو اپنے قریب بلاتا ہے اور مختلف نعمتوں سے نوازتا ہے۔ان ہی نعمتوں میں ایک عظیم نعمت ’’شعبان‘‘ کا مہینہ بھی ہے جو ہم مسلمانوں کو ملی ہے، یہ کافی خیر وبرکت اور نہایت عظمت والا مہینہ ہے، اس ماہ کی بابت حضور سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’شَعْبَانُ شَهْرِی وَرَمَضَان شَهْرُ اللّٰهِ، شَعْبَانُ الْمُطَهِّرُ وَرمضَانُ الْمُكَفِّرُ.‘‘ (المقاصد للسخاوی،ص:۲۶۰، ابن عساکر نے تاریخ میں اور دیلمی نے فردوس میں نقل کیا ہے ضعیف ہے۔)

شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، شعبان پاک کرنے والا ہے اور رمضان گناہوں کو مٹانے والا ہے۔

یہ وہ مقدس مہینہ ہے جو تمام مہینوں سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند اور محبوب ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

’’كَانَ أَحَبَّ الشُّهُورِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَصُومَهُ شَعْبَانُ ثُمَّ يَصِلُهُ بِرَمَضَان.‘‘

(ابوداؤد،ج:۲،ص:۲۹۹۔نسائی،ج:۴،ص:۱۹۹)

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مہینوں سے زیادہ شعبان کا روزہ رکھنا پسند تھا پھر اپنے اس روزے کو رمضان سے ملا دینا۔

’’عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ الْغَازِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ صِيَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ حَتَّى يَصِلَهُ بِرَمَضَانَ.‘‘حدیث صحیح

(سنن ابن ماجہ، ج:۱،ص:۵۲۸)

حضرت ربیعہ بن غاز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کا روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ اسے رمضان سے ملا دیتے تھے۔

یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں تمام بندوں کے رزق کی تعیین ہوتی ہے، ان کے اعمال سے متعلق فیصلے ہوتے ہیں، ان پر راحت وسکون اور مصائب وآلام کی آمد کا پروگرام بنتا ہے اور موت وحیات کی میعاد مقرر ہوتی ہے۔لہٰذا تمام مسلمان اس ماہ مبارک میں خدا کے حضور لولگائیں، اچھے اور نیک کام کریں، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

’’لَمْ أَرَكَ تَصُومُ شَهْرًا مِنَ الشُّهُورِ مَا تَصُومُ مِنْ شَعْبَانَ قَالَ ذَلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ.‘‘ حدیث حسن (سنن نسائی، ج:۴،ص:۲۰۱)

یعنی میں نے آپ کو جتنا اس مہینے میں روزہ رکھتے ہوئے دیکھا ہے اتنا کسی اور مہینے کا روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا،

آپ نے فرمایا: کون سا مہینہ؟ میں نے کہا: شعبان، آپ نے فرمایا: رجب اور رمضان کے درمیان یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہیں اور یہ ایسا مہینہ ہے کہ جس میں لوگوں کے اعمال رب العالمین کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں تو مجھے یہ بات پسند ہے کہ جب میرا عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو تو میں روزہ سے رہوں۔

حدیث شریف میں ہے کہ: "عَنْ عَلِی بْنِ اَبِی طَالِب رَضِی اللّٰہ عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ: اِذَا کَانَتْ لَیلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَقُومُوا لَیلَها وَصُومُوا نَهارَها، فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَنْزِلُ فِیهَا لِغُرُوبِ الشَّمْسِ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیا، فَیَقُولُ: اَلا مُسْتَغْفِرٌ فَاَغْفِرَ لَهُ؟ اَلا مُسْتَرْزِقٌ فَاَرْزُقَهُ؟ اَلا مُبْتَلِیٌ فَاُعَافِیَهُ؟ اَلا کَذَا، حَتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرِ۔"

حدیث ضعیف (ابن ماجہ، ج:۱، ص:۴۴۴)

یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب شعبان کی آدھی رات ہو جائے تو اس رات میں قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ سورج ڈوبنے کے وقت آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور فرماتا ہے، ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ میں اس کو بخش دوں، ہے کوئی روزی مانگنے والا کہ اسے روزی عطا کروں، ہے کوئی مصیبت میں مبتلا کہ اس کو عافیت دوں اور اس قسم کی ندائیں صبح ہونے تک آتی رہتی ہیں:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہ رو منزل ہی نہیں

مزید روایت ہے کہ: "عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ فَخَرَجْتُ فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِیعِ رَافِعٌ رَأْسَهُ إِلَی السَّمَاءِ فَقَالَ لِی أَکُنْتِ تَخَافِینَ أَنْ یَحِیفَ اللّٰهُ عَلَیْکِ وَرَسُولُهُ قَالَتْ قُلْتُ ظَنَنْتُ أَنَّکَ أَتَیْتَ بَعْضَ نِسَائِکَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یَنْزِلُ لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیَغْفِرُ لِأَکْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ کَلْبٍ۔" حدیث ضعیف (ابن ماجہ، ج:۱، ص:۴۴۴)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا تو انھیں تلاش کرنے کی غرض سے باہر نکلی، دیکھا تو آپ جنت البقیع میں تھے اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے، مجھے دیکھ کر آپ نے فرمایا:

کیا تجھے یہ خوف تھا کہ کہیں اللہ اور اس کا رسول تجھ سے غضبناک نہ ہو جائیں، وہ بیان فرماتی ہیں: میں نے کہا مجھے گمان ہوا کہ آپ کہیں دوسری بیویوں کے پاس تشریف لے گئے ہوں تو فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات میں آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کی تعداد سے زیادہ اپنے بندوں کی بخشش کرتا ہے۔

بنی کلب کی بکریوں کے بال کا تذکرہ کثرت تعداد بتانے کے لیے آیا ہے، کیونکہ عرب میں یہ قبیلہ بکریاں پالنے کے اعتبار سے تمام قبائل پر فوقیت رکھتا تھا اور جس طرح ان کی بکریوں کے بال کا شمار مشکل تھا بعینہ مغفرت شدہ بندوں کا شمار بھی ایک مشکل امر ہے۔

اس لیے چاہیے کہ جب شعبان کی پندرہویں رات آجائے تو ہر مسلمان اس میں قیام، یعنی رات میں نوافل پڑھے اور دن کا روزہ رکھے، کیونکہ جو شخص شب برأت میں عبادت کے لیے بیدار رہتا ہے اس کا دل کبھی مردہ نہیں ہوتا اور انسان تو انسان چرند و پرند بھی اس رات کی عبادت سے غافل نہیں ہوتے اور خدا کی یاد اور اس کی عبادت میں ہمہ

تن گوش منہمک رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ چرند و پرند اور سمندری مچھلیاں بھی روزہ رکھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتہلیل میں لگی رہتی ہیں۔لیکن چند بدبخت ایسے بھی ہیں جن کی مغفرت اس مقدس رات میں نہیں ہوتی ہے جب تک کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ نہ کرلے:

"عَنْ أَبِی بَکْرٍ ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم :إِذَا کَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالَى إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِعِبَادِهِ إِلَّا مَا کَانَ مِنْ مُشْرِکٍ أَوْ مُشَاحِنٍ لأَخِيهِ."حسن صحیح (مسندالبزاز، ج:۱،ص:۳۰)

ترجمہ:حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جب شعبان کی پندرہویں رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور مشرک اور اپنے بھائیوں سے کینہ رکھنے والوں کے سوا تمام بندوں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ :

"عَنْ مُعَاذِ بن جَبَلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ":يَطَّلِعُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى خَلْقِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ."حديث حسن

(ابن ماجہ، ج:۱،ص:۴۴۵)

ترجمہ:حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں اپنی خاص تجلی فرماتا ہے اور مشرک اور کینہ پرور کے سوا تمام مخلوقات کی مغفرت کرتا ہے۔

اولیائے کرام اور مشائخ عظام نے بھی شب برأت کے موقع پر نوافل کا اہتمام فرمایا ہے،جیسا کہ ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ:جو شخص پندرہویں شعبان کی رات میں سو رکعت نفل نماز پڑھے گا اور اس میں ہزار بار"قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ."

ہر رکعت میں دس مرتبہ کے حساب سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی موت سے پہلے اس کے پاس سو فرشتوں کو بھیجے گا،تیس فرشتے اس کو جنت کی بشارت دیں گے اور تیس فرشتے اس کو جہنم سے بے خوفی کی خوشخبری دیں گے اور تیس فرشتے اس کو دنیاوی آفتوں اور گناہوں سے بچاتے رہیں گے اور باقی دس اس کو شیطان کے مکر سے بچاتے رہیں گے،اور محمد بن علی کی روایت میں ہے کہ اس کو اس کے دشمنوں کے مکر وفریب سے محفوظ رکھیں گے۔ (اخبار مکہ للفا کہانی، ج:۵،ص:۲۷)

خواجہ حسن علا سجزی علیہ الرحمہ نے فوائد الفواد، جلد اول کی ۳۷ویں مجلس میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"پھر یہ ذکر آیا کہ کیا نفل نمازوں کا جماعت سے پڑھنا کہیں آیا ہے؟ فرمایا کہ: ہاں! آیا ہے،بعض مشائخ اور گزشتہ بزرگوں نے نفل نماز با جماعت پڑھی ہے۔

پھر فرمایا کہ شب برأت کا موقع تھا،شیخ الاسلام شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھے حکم دیا کہ اس رات جو نماز پڑھی جاتی ہے اُسے با جماعت پڑھو،اور تم امامت کرو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔"

ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شب برأت میں نوافل پڑھنا،خیر وبھلائی کی دعا کرنا،مردوں کے لیے ایصال ثواب اور قبرستان جا کر ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا سنت رسول ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام جنت البقیع تشریف لے جاتے اور وہاں جا کر مسلمان مردوں ،عورتوں اور شہیدوں کے لیے مغفرت کی دعا فرماتے۔

☆☆☆

شاهد رضا ازہری

معراج نبوی

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ ان ہی میں سے ان کے درمیان ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُولًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتَهٗ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ.'' (ال عمران:۱۶۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان ہی میں سے ایک رسول بھیج کر مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا جواُن کے سامنے اللہ کی آیتیں پیش کرتا ہے، انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے جبکہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنے بھی انبیا ومرسلین بھیجے سب کو کچھ نہ کچھ معجزے اور خصوصیات سے نوازا، جنھیں دیکھ کر پچھلی امتوں نے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا اور ان کی نبوت ورسالت کی تصدیق کی۔ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی بارگاہ سے معجزے اور خصوصیات عطا ہوئے، جیسے قرآن کا نزول، انگلیوں کے بیچ سے پانی کا نکلنا وغیرہ، لیکن معراج کی شکل میں جو خصوصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی وہ کسی کے حصے میں نہیں آئی۔

معراج کا لغوی معنی: 'معراج' کا معنی ہے آلۂ عروج یا چڑھنے کی جگہ، یہاں آسمان پہ جانا مراد ہے۔

شرعی واصطلاحی معنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیداری کی حالت میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک اور پھر وہاں سے آسمانوں کی سیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دیدار سے شرفیاب ہونا معراج ہے۔

معراج کے تعلق سے قرآن مقدس میں ہے کہ:

''سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی.'' (سورہ بنی اسرائیل)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے ایک لمحے میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گئی۔

اسریٰ: اسریٰ عربی لفظ ہے جو 'سریٰ' سے بنا ہے، اس کا معنی ہے رات میں چلنا۔

سفر معراج کی حکمتیں:

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت وسیادت اور رفعت وعظمت کو واضح کرنا، اور امت محمدیہ کا رشتہ انبیائے سابقین اور پچھلی امتوں سے مضبوط کرنا، چنانچہ جب شب معراج آپ مسجد اقصیٰ پہنچے تو تمام انبیا ومرسلین کی امامت فرمائی، اسی کی برکت ہے کہ امت محمدیہ قیامت کے دن پچھلی امتوں پر شاہد ہوگی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:''لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا.'' (بقرہ:۱۴۳)

یعنی تم گزشتہ امتوں پر گواہ ہو گے اور رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں۔

۲۔ واقعہ معراج کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو حادثے پیش آئے، ایک تو آپ کے غم خوار و مددگار چچا حضرت ابو طالب حادثہ ہمدرد وغمگسار شریک حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوگیا، ان دونوں واقعات سے آپ کو اتنا صدمہ پہنچا کہ یہ سال کا نام'' عام الحزن'' یعنی غم

کا سال کہلایا، یہ معجزہ اللہ کی جانب سے آپ پر انعام تھا اور اس سفر میں عجیب وغریب واقعات کا مشاہدہ بھی کرایا گیا تا کہ آپ کو ایک انبساطی کیفیت حاصل ہو۔

۳۔ معراج ایک معجزہ ہے جس کی وجہ سے لوگ گرویدہ ہوتے ہیں، مکہ والوں کو ملک شام کے سفر میں ایک ماہ لگ جاتا تھا اور وہاں سے واپس آنے میں بھی ایک ماہ لگ جاتا، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ایک مختصر سے حصے میں ملک شام گئے اور وہاں سے آسمان پر تشریف لے گئے پھر لوٹ بھی آئے۔ یہ واقعہ ان لوگوں کے لیے ایک امتحان اور آزمائش تھا خاص کر ان لوگوں کے لیے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کر چکے تھے۔

جیسا کہ مضبوط و مستحکم ایمان والے کامیاب ہو گئے اور کمزور ایمان والے ناکام ہو گئے، کیونکہ وہ اسے جھوٹ تصور کرتے تھے۔ اس طرح مسلمانوں کی جماعت منافقین سے پاک وصاف ہو گئی۔

۴۔ مکہ مکرمہ سے 'بیت المقدس' جانا اور پھر وہاں سے سفر معراج کے لیے جانا تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ دین محمدی نے سارے مذاہب کو منسوخ کر دیا اور اب سب کے لیے ایک ہی دین ہے 'دین اسلام' چاہے وہ جس رنگ اور قبیلے سے ہوں۔

۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی سفر میں امت کے لیے پنج وقتہ نماز کا تحفہ لے کر آئے جو اللہ اور بندہ کے درمیان تقرب کا بہترین ذریعہ ہے کہ نماز ہی کے ذریعے ایک مومن بندے کو معراج حاصل ہوتی ہے اور روحانی طور پر وہ اللہ سے قریب ہوتا ہے، ارشاد ہے: ''أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ .'' (بخاری)

ترجمہ: تم اس طرح اللہ کی عبادت کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو تو یہ خیال کرو کہ اللہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

اسریٰ یعنی معراج اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور رازوں میں سے ایک راز ہے جس کی حکمتوں اور فضیلتوں کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔

معراج کے اثرات

۱۔ اللہ تعالیٰ جو اس پوری دنیا کا خالق و مالک ہے اس کی قدرت سے یہ بعید نہیں کہ اپنے کسی بندے کو آسمان کی سیر کرائے، ہاں! اس کی کیفیت کا ادراک عام آدمی کے لیے ممکن نہیں۔ اس راز کو کفار قریش سمجھ نہ سکے اور برانگیختہ ہو گئے۔ کسی بھی ذی ہوش سے یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کے قانون ونظام کا پیدا فرمانے والا ہے، حرکت وسکون، جاذبیت اور تیز رفتاری سب اس کی قدرت کے تحت ہیں، سارے اختیارات اسی کے ہیں، اللہ جو چاہے اور جیسے چاہے کرے۔

۲۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال سے آگاہ ہوتا ہے کہ اس کی قدرت عظیم ہے جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے تو اُسے دلی اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اس کے ایمان میں مضبوطی واستحکام پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی اختیار کرتا ہے، اس میں اس کی اصلاح مقصود ہوتی ہے اور وہ جو بھی چاہتا ہے اس میں اس کے لیے بھلائی ہوتی ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز اس کے دائرۂ اختیار میں ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اس سفر کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار نعمتوں سے نوازہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ فرمایا۔ ہاں! یہ بات ضرور ہے کہ کسی بھی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ عنایت خداوندی کے بغیر اس کا دیدار کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر گئے اور آپ سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا جو انسان

کی گفتگو کے مشابہ نہ تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس عظیم جسمانی، روحانی وعرفانی سفر میں آپ کو بے شمار نعمتوں سے بھی نوازا، تاکہ آپ کا قلب مضبوط ہو جائے اور رشد وہدایت کی مکمل قدرت حاصل ہو جائے۔

۴۔شب معراج کی صبح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی سے اس رات کی بات بتا رہے تھے تو ام ہانی نے عرض کیا کہ: اس بات کو کسی سے نہ بتائیں، کیونکہ مکہ والے آپ کو جھٹلائیں گے۔ وہ ان کے عناد وتعصب اور اسلام دشمنی کو جانتی تھیں کہ جو بھی موقع ہاتھ لگ جاتا ہے مشرکین اس سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمادیا، اس لیے کہ آپ کو حق کا پیغام عام لوگوں تک پہنچانا تھا اور وہ دعوت وتبلیغ کے لیے مامور کیے گئے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی خبر دی تو کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے لگے اور کہنے لگے کہ بیت المقدس کی صفت بیان کرو۔ چنانچہ کفار مکہ سوال پوچھتے جاتے اور آپ جواب عنایت فرماتے جاتے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَمَّا كَذَّبَتْنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَا اللّٰهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ.'' (بخاری)

میں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے سنا کہ جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں میزاب کعبہ کے نیچے کھڑا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا، پھر میں بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر انھیں اس کی علامات کی خبر دیتا رہا۔

۵۔تواتر سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات مسجد حرام سے بیت المقدس گئے اور تمام نبیوں کی امامت فرمائی اور پھر اپنے رب کی دیدار کے لیے تشریف لے گئے۔

۶۔واقعہ معراج ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سا۲ری باتیں دنیا کے سامنے مشاہدہ کے ذریعے پیش کیں۔اللہ تعالی ہم سب کو سیرت نبوی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

پانچ چیزوں کو غنیمت جانو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو:

۱۔جوانی کو بڑھاپا آنے سے پہلے
۲۔صحت کو بیماری آنے سے پہلے
۳۔خوشحالی کو فقر آنے سے پہلے
۴۔فرصت کو مشغول ہونے سے پہلے
۵۔اور زندگی کو موت آنے سے پہلے۔

(مستدرک، حدیث نمبر:۷۹۱۶)

تصوف وسلوک پر شاہ صفی اکیڈمی
کی ایک نادر اور دستاویزی
پیش کش

نویں صدی ہجری کی جامع شریعت وطریقت شخصیت
حضرت **مخدوم شیخ سعد خیرآبادی** قدس سرہ (م۹۲۲)
کے قلم سے ساتویں صدی ہجری کی مشہور متن تصوف

الرسالة المكية

کی عالمانہ وعارفانہ شرح

مجمع السلوک

جو شریعت وطریقت کا انسائیکلوپیڈیا اور سالکین وطالبین کے لیے دستور العمل ہے۔
مولانا **ضیاء الرحمن علیمی** کے قلم سے
ترجمہ، تحقیق اور تخریج کا کام تیزی کے ساتھ جاری ہے۔
بہت جلد منظر عام پر آرہی ہے

شاہ صفی اکیڈمی

خانقاہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد، یوپی

ام حبیبہ

کامیاب زندگی کے چند اصول

اللہ رب العزت نے ایمان اور اسلام کی دولت سے نواز کر عورتوں کو وہ مقام عطا کیا ہے جو اِس سے پہلے انھیں نہیں ملا تھا، وہ آزادی اور وہ حیثیت کسی بھی معاشرے میں انھیں نہیں ملی تھی جو اسلام نے انھیں دیا ہے۔اُن کی حیثیت محض تکمیل شہوت کی ضرورت سے زیادہ نہ تھی، ان کو نہ سوچنے کی آزادی تھی نہ اپنی مرضی کے مطابق زندگی گذارنے کی۔غرض کہ ذلت ورسوائی سے اُن کا دامن تارتار تھا،لیکن حضوررحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انقلابی بعثت نے انھیں فرش سے عرش پرلا بٹھایا۔

اسلامی معاشرے میں ایک خاتون کو کامیاب زندگی گذارنے کے لئے جن اصولوں کی پابندی کرنی پڑتی ہے وہ مردوں کی بہ نسبت ذرا الگ ہے۔آزادی انھیں بھی حاصل ہے مگر جس طرح کی آزادی مردوں کو ہے ویسی نہیں ہے، مثلا غیرمحرم کے سامنے بے پردہ ہوکر جانا، ان سے بات کرنا منع ہے، اس میں اللہ رب العزت کی بے پناہ حکمت ہے جو اُن کے حق میں مفید ہے۔بظاہر کچھ لوگوں کو اس قانون میں سختی معلوم ہوتی ہے مگر وہ خود مشاہدہ کریں کہ دور حاضر میں اسلامی تہذیب اور غیر اسلامی تہذیب کا کیا نفع اور نقصان ہے۔

بلاشبہ اسلام دین فطرت ہے اور اس کا کوئی بھی قانون خلاف فطرت نہیں ، بس تھوڑا سا غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔خواتین کے لیے جو دستور اللہ رب العزت نے بنایا ہے اس کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ چند حقوق اور ذمے داریاں ہیں جن کا ادا کرنا عورتوں کی کامیابی کی دلیل ہے۔اُن میں سب سے پہلا حق اللہ رب العزت کا ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی فرماں برداری کریں، اس کی اطاعت اور بندگی کو حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیں۔اُن پر جو احکام فرض کئے گئے ہیں انھیں بجالانے میں کوتاہی نہ برتیں، اس کی ناراضگی سے بچتی رہیں، ایمان وعمل کے تقاضوں کا لحاظ رکھیں۔اگر وہ چاہ لیں تو ان معاملات میں وہ مردوں پر سبقت بھی لے جاسکتی ہیں، اس لیے کہ خدا کی قربت اور اس کی رضا کا دارومدار (مردوزن کی تفریق کے بغیر) ایمان واعمال اور اخلاق واحوال پر ہے، اس میں نہ مرد کی تخصیص ہے نہ عورت کی، بلکہ اس میں مردوعورت سب برابر کے شریک ہیں، ان میں جن کا ایمان جتنا قوی ہوگا عمل جتنا اخلاص والا ہوگا، اخلاق واحوال جتنے پاکیزہ اور بلند ہوں گے اسی قدر اُن کو رب کی محبوبیت اور قربت ملے گی۔

دوسرا جو اہم حق ہے وہ عام لوگوں سے تعلق رکھتا ہے۔ خیال رہے کہ ہر عورت سب سے پہلے کسی نہ کسی کی بیٹی ہوتی ہے، کسی کی بہن ہوتی ہے، پھر کسی کی بیوی بنتی ہے، اس اعتبار سے اس پر والدین، بھائی، شوہر، اہل خانہ، رشتے داروں اور عام مسلمانوں کے کچھ حقوق عائد ہوتے ہیں جن کی پاسداری کرنا نہایت ضروری ہے اور حیثیت ومرتبے کے اعتبار سے سب کا احترام واجب ہے۔شادی سے پہلے وہ ماں باپ کی امانت ہوتی ہے چونکہ تعلیم وتربیت اور کفالت وپرورش کی تمام تر ذمے داری انھیں کے کاندھوں پر ہوتی ہے، اس لیے اُن کی اطاعت اور خدمت ہر حال میں ضروری ہے۔بالغ ہونے کے بعد شادی کا مسئلہ آتا ہے، اس کی ذمے داری بھی والدین کی ہوتی ہے، عورت کی اصل زندگی کا آغاز شادی کے بعد ہی ہوتا ہے، کیونکہ

جب وہ شادی کے بعد اپنے سسرال جاتی ہے تو وہاں اس کا سامنا ایک ایسے ماحول سے ہوتا ہے جو اس کے لیے اجنبی ہے، لیکن بظاہر یہی اجنبی لوگ اور ماحول اس کی زندگی کا اٹوٹ حصہ ہے، جس کے ساتھ اسے اپنی زندگی کا باقی حصہ بسر کرنا ہے، گویا عورت کا گھر ہی اس کا امتحان گاہ ہوتا ہے۔

ایسے میں ہر عورت کو وہ جامع اصول ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے جو معلم اخلاق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عطا کیا ہے کہ: " اَلْـمُسْـلِـمُ مَـنْ سَـلِـمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ ." (بخاری)

یعنی اصل مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

" اَلْـمُسْـلِـمُ مَـنْ سَـلِـمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ ." (نسائی واحمد)

یعنی اصل مسلمان وہی ہے جس کی زبان و ہاتھ سے لوگ سلامت رہیں، اور اصل مہاجر وہ ہے جو اس چیز سے رک جائے جس سے اللہ نے منع کیا ہے۔

اور یہ ذمے داری صرف مردوں کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر مسلمان کے لیے ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، کیونکہ یہ ایک ایسا ضابطہ ہے جس پر عمل کر کے ایک مسلمان مرد و عورت کسی بھی ماحول میں اپنے حسن اخلاق کی چھاپ چھوڑ سکتا ہے۔

بہر حال عورتوں کے لیے اس بات کا اہتمام نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان پر زیادہ نگاہ رکھیں کہ عورتیں زبان چلانے کے معاملے میں ویسے بھی مشہور ہیں، خاص طور سے غیبت اور چغلی جیسی بری عادتیں ان کے اندر عام ہیں الا ماشاء اللہ۔ جہاں بھی دو عورتیں جمع ہو جاتی ہیں تو ان کی زبان کا بازار گرم ہو جاتا ہے اور ان کی زبان گناہ آلود ہونے لگتی ہے مگر انھیں اس کا شعور نہیں ہو تا، جبکہ یہ جان لینا چاہیے کہ غیبت سخت حرام ہے، قرآن پاک میں واضح طور پر اس کی ممانعت آئی ہے:

" وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُم بَعْضاً ." (حجرات:۱۲)

یعنی تم ایک دوسرے کی غیبت مت کرو۔

غیبت کی سخت مذمت کرتے ہوئے فرمایا گیا:

" أَيُحِبُّ أَنْ يَّاكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتًا . (حجرات:۱۲)

یعنی غیبت ایسے ہی ہے جیسے مردار بھائی کا گوشت کھانا اس بدترین چیز کو کوئی بھی انسان پسند نہیں کرتا۔

کچھ ماں بہنیں ایسی بھی ہیں جو غیبت کی حقیقت اور اس کا مطلب نہیں سمجھتی ہیں وہ کسی اور چیز کو غیبت سمجھے بیٹھی ہیں، اس لیے اس کی وضاحت کر دوں کہ کسی کے عیب یا کمی جو خود اس نے دیکھی ہو، اور واقعی میں وہ عیب اس کے اندر موجود ہو تو اس کو دوسروں کے پاس جا کر بیان کرنا اور پھیلانا غیبت ہے، لیکن اس کے مرشد، والدین، استاذ یا جس کی تربیت میں ہو، اصلاح اور خیر خواہی کی نیت سے بیان کرنا غیبت نہیں۔

آج کے دور میں عورتیں خاص کر اپنے شریک زندگی شوہر کی عزت اور وقار کی پرواہ کیے بغیر تھوڑی سی تلخی پر غیبت اور بہتان تراشی کی تمام حدیں پار کر دیتی ہیں جس کے نتیجے میں، ان کی دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے اور آخرت بھی تباہ ہو جاتی ہے۔

اسی طرح ایک حساس مسئلہ یہ بھی ہے کہ بعض اوقات ایسے حالات آتے ہیں ایک طرف شوہر کی مرضی کچھ اور ہوتی ہے اور ماں باپ کی کچھ اور تو اس وقت وہ کس کی رضا کا خیال کرے سو اس صورت میں حق اور جائز معاملہ میں شوہر کی اطاعت واجب ہے ماں باپ کی نہیں۔

دوسرا اصول جو اپنی افادیت کے اعتبار سے نہایت اہم ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: تم میں سے

کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے اندر یہ صفت پیدا نہ ہو جائے کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند کرے جواُسے اپنے لیے پسند ہو۔

اس تعلق سے پوری امت مسلمہ نہایت بے راہ روی کی شکار ہے اور بالخصوص عورتوں کے اندر تو دوسروں کے لیے ایسا جذبہ بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے، وہ اکثر اس تاک میں لگی رہتی ہیں کہ کس طرح دوسری ہم عمر کو ذلیل کیا جائے اور اپنی پرفریب پاکیزگی وبڑائی کا ڈنکا کس طرح بجایا جائے۔ حالانکہ ان کی یہ عادت اس حدیث کے بالکل مخالف ہے کہ: جب تم اپنی بے عزتی پسند نہیں کرتی تو اسی طرح دوسروں کی بے عزتی بھی پسند نہ کرو۔ لہٰذا جب ہماری بہنیں اپنی برائی سننا گوارا نہیں کرتیں تو اسی طرح انھیں نہ دوسروں کی برائی سننا چاہیے اور نہ کرنا چاہیے۔ اگر ان اصولوں کی پابندی کیا جائے تو یقیناً ایک عورت اپنی دنیا وآخرت دونوں کو سنوار سکتی ہے، اپنے گھر اور معاشرے کو خوش گوار اور پرامن بنا سکتی ہے، جب کہ اس کی خلاف ورزی انھیں کہیں کا نہ رہنے دے گی۔

☆☆☆

الاحسان کی خریداری پر رعایت

(۱)	1 سے 5 عدد تک خریداری پر		10%
(۲)	6 سے 20 عدد تک	" "	20%
(۲)	21 سے 50 عدد تک	" "	30%
(۲)	51 سے زائد	" "	40%

ممبرشپ **الاحسان** شمارہ (۳)

پانچ سالہ ممبرشپ (**الاحسان**) -/1000

اصحاب خیر برائے ایصال ثواب: -/Rs.500 میں 3 عدد یا -/Rs.1000 میں 6 عدد **الاحسان** خریدیں اور اہل علم ودانش میں تقسیم کریں یا ادارہ شاہ صفی اکیڈمی کو تقسیم کرنے کے لیے وقف کریں۔

شاہ صفی اکیڈمی: دہلی آفس: 47/14 فرسٹ فلور، ایچ بلاک، بٹلہ ہاؤس، اوکھلا، نئی دہلی۔۲۵

Mob: 09899156384

فاطمہ ذیشان

پردہ عورت کا محافظ ہے

لغت میں عورت کا معنی پردہ ہے،لیکن پردے کا نام آتے ہی بعض عورتیں اس طرح بدک جاتی ہیں کہ مانو اس کے ساتھ بڑا ظلم کیا جارہا ہے جبکہ پردہ ان کے لیے نہ صرف عزت وشرافت کی علامت ہے بلکہ بری نگاہوں سے انھیں بچاتا بھی ہے۔یوں تو پردے کا تصور ہر مذہب میں کسی نہ کسی طور پر مل جاتا ہے مگر مذہب اسلام میں پردے کا جو خیال رکھا گیا ہے وہ سب سے بہتر طریقہ ہے،اس تعلق سے قرآن مقدس میں کئی آیتیں نازل ہوئی ہیں جس کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ ہماری زندگی میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔

معاشرے میں تمام برائیوں کی جڑ بدنگاہی ہے، کیونکہ بدنگاہی اور ادھر ادھر تاک جھانک ہی انسان کو بدکاری کی راہ دکھاتی ہے اور آخر کار انسان گمراہی اور بدنامی کے جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔پردے کا حکم آج سے نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ہے، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ پردہ نہ ہونے کی وجہ سے دنیا میں ہزاروں فتنے پیدا ہوں گے، یہی سبب ہے کہ احادیث میں پردے کی سخت تاکید کی گئی ہے، امام ترمذی کی ایک حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: عورت عورت ہے، یعنی چھپانے کی چیز ہے، جب یہ نکلتی ہے تو اُسے شیطان جھانک کر دیکھتا ہے۔

گویا اُسے دیکھنا شیطانی کام ہے، لیکن دنیا اس فتنے میں جان بوجھ کر مبتلا ہے، جس فتنے کی وجہ سے بے شرمی اور بے حیائی عام ہوگئی ہے، جب کہ قرآن مقدس میں آیا ہے کہ:

مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہوں اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار نہ ظاہر کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا اپنے شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا اپنے شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا اپنے نوکر، بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنھیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار۔

لیکن آج دیکھا جارہا ہے کہ عورتوں کا حال ذرہ بھر بھی قرآن وحدیث کے مطابق نہیں ہے، بلکہ وہ مغربی تہذیب کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے اور جہاں دیکھو بے حیائی اور بے شرمی ہے، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اس بے حیائی اور بے شرمی میں سب سے بڑا ہاتھ عورتوں کا ہی ہاتھ ہے۔معاشرے میں تبدیلی اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک ہم عورتیں اپنے آپ کو نہیں بدلیں گے، کیوں کہ عورت اگر پارسا اور نیک ہے تو گھر اور معاشرے کے لیے اچھا شگون ہے اور اگر یہی عورت بے حیا اور بے شرم ہے تو دونوں کے لیے وبال ہے۔

اس کے باوجود آج جدھر بھی نظر اٹھا کر دیکھا جارہا ہے تو پردے کے بجائے عریانیت کا ماحول ہے، لباس کے نام پر ایسے ایسے کپڑے استعمال کیے جارہے ہیں کہ جس سے پردے کی تکمیل تو دور خود بدن صحیح سے نہیں ڈھک پاتا ہے۔

اسلام کو یہ بے ہودگی اور یہ بدتہذیبی ایک لمحے کے لیے بھی گوارا نہیں ہے، اسی لیے اس نے عورتوں کو ایسا لباس پہننے سے منع کیا ہے جس سے جسم کی رنگت یا بناوٹ ظاہر ہوں، کیونکہ عورت، عفت وعصمت اور پارسائی کی چلتی پھرتی تصویر ہوتی ہے اور شرم وحیا کی جیتی جاگتی دیوی بھی۔

اسلام عورتوں کو پاکیزگی، حرمت اور عزت وشرافت کے ساتھ زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھاتا ہے اور بنیادی طور پر یہ ہدایتیں دیتا ہے کہ:

۱۔عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

۲۔اپنی پارسائی اور عزت وعظمت کی حفاظت کریں اور اس پر داغ نہ آنے دیں۔

۳۔اپنی زیبائش اور آرائش اور اپنا بناؤ سنگار اجنبی کی نگاہوں میں نہ آنے دیں۔

۴۔اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں تا کہ ان کا سر اور سینہ کھلا نہ رہے۔

۵۔زمین پر اس طرح اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کے زیوروں کی جھنکار غیر مردوں کے کان میں پڑے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ام سلمہ اور حضرت ام میمونہ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھیں کہ عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پردہ کرنے کا حکم دیا، انھوں نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں، اس پر فرمایا: تم تو نابینا نہیں ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ برائی کی جڑ نگاہیں ہیں اس لیے اس کا خیال رکھنا چاہیے، اگر ضرورت پڑنے پر غیر محرم سے مخاطب ہونا پڑے یا کوئی کام ہو تو بھی نگاہیں نیچی رکھیں۔

پردہ صرف لباس یا نگاہ تک نہیں ہے، بلکہ آواز کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ زیادہ زور زور سے اور چلا کر نہ بولیں، کیوں کہ عورتوں کی آواز میں ایک کشش ہوتی ہے جو انسان کے دلوں میں برے خیالات پیدا کر سکتے ہیں اور عورت کو یہ بھی چاہیے کہ وہ اپنے بناؤ سنگار میں کسی ایسی خوشبو کا استعمال نہ کریں جو مردوں کو ان کی جانب متوجہ کر دے اور ایسے زیور بھی پہننے سے گریز کریں جس میں آواز ہو، کیوں کہ زمانہ جاہلیت میں مردوں کو لبھانے اور اپنی جانب متوجہ رکھنے کے لیے عورتوں میں یہ بات بڑی پسندیدہ مانی جاتی تھی کہ:

جب اُن کا گزر اجنبی مردوں کے سامنے یا کسی مجمع سے ہوتا تو وہ اپنے پاؤں کو زور سے زمین پر رکھتی تھیں تا کہ مرد اُن کے زیوروں کی آواز سن کر اُن کی طرف متوجہ ہوں اور اُن کے دل میں اُن کا خیال پیدا ہو۔آج بھی کچھ عورتیں اپنا سنگار ظاہر کرنے کے لیے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے ایسی اوچھی حرکت کرتی ہیں، شریعت مطہرہ نے ایسی ذلیل حرکتوں سے سختی کے ساتھ روکا ہے کہ زور سے قدم زمین پر نہ رکھیں کہ اُن کے زیوروں کی جھنکار غیروں کے کانوں تک پہنچے اور وہ ان کی جانب متوجہ ہوں۔

اگر کبھی کسی ضرورت کے تحت عورت کو گھر سے نکلنا بھی پڑے تو حکم ہے کہ شرافت اور سنجیدگی سے اپنا قدم بڑھائیں اور پردے کا خاص خیال رکھیں، کیوں کہ یہی وہ ساری صفات اور عادات ہیں جنھیں چھوڑ دینے سے انسان غلط راستہ اختیار کر لیتا ہے اور گناہوں کے دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے۔

اب جبکہ عورت خود ایک پردہ ہے اور پردے کی چیز پردے میں ہی بھلی معلوم ہوتی ہے تو ہر حال میں عورتوں کو پردے کا خیال رکھنا چاہیے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے اور شریعت مطہرہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

☆☆☆

خضرِ دوراں

داعی اسلام شیخ طریقت شاہ احسان اللہ محمدی صفوی مدظلہ العالی

شرع و دیں بے پیر راہ پُرخطر	الحذر اے مرد ناداں الحذر
جس کا کوئی مرشد و رہبر نہیں	اس کا رہبر نفس و شیطاں بالیقیں
گر ہے تیرے پاس علم موسوی	جستجو کر پھر بھی خضرِ وقت کی
اِس حقیقت کو سمجھ اے بے یقیں	خضر سے خالی نہیں کوئی زمیں
تو سمجھتا ہے جسے عام آدمی	ممکن ہے کہ خضرِ دوراں ہو وہی
اس لیے تو یاد رکھ اس بات کو	فوقیت ہے نفی پر اِثبات کو
تو نے جو سمجھا ہے تیرا ہے گماں	اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ راںخواں
یاد رکھ اس بات کو اے مرد ضال	آیت محکم نہیں تیرا خیال
جس کسی درویش کو دیکھ اے اخی	یہ سمجھ شبلی دوراں ہے یہی
اس کی ہر اک بات کو تسلیم کر	خلق کی بے جا ملامت سے نہ ڈر
اعتراض و شک و انکار و کلام	شیخ کی صحبت میں ہے مطلق حرام

❁❁❁

پاکیزہ سوچ

ایک مرتبہ حضرت ابوعثمان نیشاپوری اپنے استاذ حضرت ابوحفص نیشاپوری اور چند احباب کے ہمراہ ایک سفر پر تھے، ایک منزل پر قیام کے درمیان اُن کے استاذ ابوحفص نیشاپوری انھیں نصیحت کرنے لگے۔ اپنے استاذ کی پرخلوص اور حکمت آمیز باتیں سن کر انھیں بڑا سکون حاصل ہوا، اوران کے دل میں نیک کاموں کی رغبت بڑھ گئی۔ ابھی حضرت ابوحفص وعظ فرمارہے تھے کہ سامنے کی پہاڑی سے ایک موٹی ہرنی اتر کر آپ کے سامنے کھڑی ہوگئی، ہرنی کو دیکھ کر آپ زاروقطار رونے لگے، یہاں تک کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ کچھ دیر بعد جب آپ پرسکون ہوئے تو حضرت ابوعثمان نیشاپوری نے بڑے ادب سے عرض کیا: حضور! آپ ہمیں بڑا پیارا درس دے رہے تھے جس سے ہمارے دلوں میں رقت اور سوز وگداز پیدا ہورہا تھا، پھر اچانک اس ہرنی کو دیکھ کر رونے کیوں لگے، آخر اس میں کیا حکمت ہے؟

حضرت ابوحفص نے ارشاد فرمایا: ہم سب حالت سفر میں ہیں اور سامان سفر بھی کم ہے۔ جب میں وعظ کہہ رہا تھا تو اچانک میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کاش! میرے پاس کوئی بکری ہوتی جسے ذبح کرکے میں تم لوگوں کی مہمان نوازی کرتا، ابھی میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ فوراً میرے سامنے یہ بکری آ گئی، اب مجھے یہ خوف ستانے لگا ہے کہ کہیں مجھ سے میرا رب ناراض تو نہیں ہوگیا ہے جو میرے نیک اعمال کا بدلہ مجھے دنیا ہی میں دے رہا ہے، کیونکہ اللہ جس سے ناراض ہوتا ہے اُسے اس کے اچھے عمل کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتا ہے۔ جس طرح فرعون جو اللہ کا دشمن تھا مگر اس نے اللہ سے دریائے نیل کے جاری ہونے کی دعا کی، اللہ نے دنیا میں اس کی خواہش پوری کر دی اور دریائے نیل کو جاری کر دیا۔ آخرت میں ایسے لوگوں کا کچھ بھی حصہ نہیں، چنانچہ مجھے یہ خوف ہونے لگا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ مجھے میرے نیک عمل کا بدلہ دنیا ہی میں دیا جارہا ہو اور آخرت میں میرے لیے کچھ باقی نہ رہے اور وہاں میں مفلس وکنگال رہ جاؤں، بس اسی خیال نے مجھے رلا دیا۔

(عیون الحکایات، اول، ازعبدالرحمٰن ابن جوزی)

بچو! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی سوچ وفکر کتنی پاکیزہ اور اچھی رہی ہے۔ سامان دنیا اور دنیا اُن کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی، ان کے دل ودماغ میں ہمیشہ یادِ الٰہی رچی بسی رہی اور اس نعمت کے طلب گار رہے جو ہمیشہ کے لیے ہے یعنی آخرت کی نعمت۔ اس لیے ہمیں دنیا کے بجائے آخرت سنوارنے کی زیادہ فکر ہونی چاہیے۔

جنید سعیدی

معرفت الٰہی

وقت تیزی سے اپنی منزلیں طے کر رہا ہے اور اللہ کے سوا ہر چیز ہلاک ہوجانے والی ہے کے مصداق ہر شئے کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری ہے۔ اس تیز رفتار زندگی میں انسان معاش حاصل کرنے اور اپنے گمان کے مطابق خوب سے خوب تر زندگی گزارنے میں لگا ہوا ہے، گویا کہ اس دار فانی میں وہ اس قدر مست ہے کہ وہ صحیح اور غلط کا امتیاز کیے بغیر اپنی زندگی بسر کر رہا ہے۔

آج انسان کی مثال ایک ایسی مشین کی طرح ہے جس نے اپنے مقصد تخلیق کو فراموش کر دیا، جبکہ اگر ہم انسانوں کو زینت تخلیق بخشی گئی تو اس لیے نہیں کہ کھائیں، پئیں، اپنی شہوت کی تکمیل کریں، توالد وتناسل میں لگے رہیں اور پھر مر جائیں، اگر ایسا ہی ہے تو ہم انسانوں کو جینے کا کوئی حق نہیں اور پھر ہمارے اور جانوروں میں کوئی امتیازی فرق نہیں رہ جاتا، اس لیے ہمیں تخلیق کا مقصد، یعنی صرف اللہ رب العزت کی معرفت حاصل کرنا، معلوم ہونا چاہیے، حدیث قدسی ہے:

"کُنتُ کَنزاً مَخفِیّاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرِفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ." (المقاصد الحسنہ ص:۳۳۴)

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میری معرفت حاصل کی جائے تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

ہم مسلمانوں کا خصوصاً اہل سنت وجماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ ہر شئے کا خالق اللہ تبارک وتعالیٰ ہے اور اس عقیدہ کے لیے ہمیں سمعی دلائل ہی کافی ہیں، لیکن دل کے سکون کے لیے اگر عقلاً بھی ثبوت مل جائے اور دل اس کی تصدیق کر لے تو حسن دوبالا ہو جائے گا۔

انسان اس عالم کے ایک ادنیٰ ذرے سے لے کر شجر وحجر اور پہاڑوں کو دیکھے تو تمام اشیا اس پر شاہد ہیں کہ "اِنَّ رَبَّ الکَونِ وَاحِدٌ." یعنی تمام عالم کا رب ایک ہے۔

ایک ادنیٰ سی شئے ایک جگہ سے دوسری جگہ بذات خود منتقل ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے تو اس عالم کے بارے میں یہ تصور کرنا کہ یہ بذات خود قائم ہے اور اس کا کوئی خالق ومالک نہیں، محض حماقت ہے۔

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خنجر تیزے نہ شد

یعنی کوئی بھی چیز خود بخود وجود میں نہیں آتی ہے، اور نہ کوئی لوہا خود بہ خود تیز خنجر بن جاتا ہے۔

ہاں! یہ الگ سی بات ہے کہ انسان اپنی کم فہمی اور ناقص عقل رکھنے کی بنیاد پر اس حقیقت سے نا آشنا رہے، کیونکہ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اس میں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت معدوم ومفقود ہوتی ہے، لیکن ماں جب اپنا پستان اس کے منھ سے لگاتی ہے تو بچہ دودھ پینے لگتا ہے، اس نا سمجھی کی عمر میں یہ سلیقہ اس کے اندر کیسے آیا؟

ہم اپنے وجود کو دیکھیں جو دو چیزوں سے بنا ہے، ایک کو جسم اور دوسری کو روح سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہر شخص بالعموم اس کا قائل ہے کہ کوئی شخص اگر باقی ہے تو اس کی اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ اس میں روح موجود ہے۔ جس دن روح اس شخص سے فرار ہوگئی اسی روز لوگ یہ کہنے لگتے ہیں کہ فلاں کا انتقال ہو گیا، حالانکہ کسی نے اس کی روح کو دیکھا بھی نہیں پھر بھی کس قدر اعتقاد اور یقین ہے کہ اس ادنی سے عالم

کا قیام روح پر موقوف ہے۔ جب یہ چھوٹا سا عالم اپنے وجود میں روح کا محتاج ہے تو تمام کائنات کے قیام کا تصور بذات خود ہونا یا کرنا حماقت اور صرف حماقت ہے، کیونکہ عالم کا ذرہ ذرہ اس بات کی گواہی دیتا ہے:

کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے
وہی خدا ہے وہی خدا ہے وہی خدا ہے

اس ضمن میں یہ بات آتی ہے کہ جب کوئی اپنی روح کی حقیقت کو جان نہ سکا تو وہ ذات جو ''رَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَالرُّوْحِ'' ہے اور '' وراء الوراء ثم وراء الوراء'' ہے اس کی حقیقت کیسے جان سکتا ہے تو واضح رہے کہ یہ کل کائنات اللہ تعالیٰ کی آیات اور نشانیاں ہیں۔ آیات صفات کی دلیل ہوتی ہیں اور صفات ذات کی نشان دہی کرتی ہیں، دنیا میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نشانی محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے بعد آپ کے سچے تابعدار یعنی اولیاء اللہ ہیں۔

معرفت الٰہی کیسے حاصل ہو

اب اگر صحیح معنوں میں ہم معرفت خداوندی کے طالب ہیں تو ضرورت ہے کہ کسی شیخ واصل اور کامل ومکمل مرشد کی صحبت میں جائیں اور ان کی زیر تربیت رہ کر معرفت الٰہی حاصل کریں ورنہ شیطان جو گھات لگائے بیٹھا ہے کسی بھی طریقے سے ایک مومن بندے کو صراط مستقیم سے دور کردے گا۔ اس لیے اگر راہ نجات سے سلامتی کے ساتھ گزرنا ہے تو ایسے شیخ سے اپنا رشتہ جوڑیں جس کا سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو، شریعت کی رو سے اوامر ونواہی پر عمل پیرا ہو اور عقائد اہل سنت وجماعت کا علم رکھتا ہو۔ جب ہم کسی ایسے شیخ کی صحبت میں رہ کر تربیت حاصل کریں گے تو ان شاء اللہ عزوجل کامیاب ہوں گے اور پھر مقصد تخلیق کو پورا کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

☆☆☆

بہترین جگہ

حاکم روایت بیان کرتے ہیں کہ:

جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے زمین میں بہترین جگہ اور بدترین جگہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: میں نہیں جانتا، یہاں تک کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا، جناب جبریل علیہ السلام نے کہا: میں نہیں جانتا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بتلا دیا کہ بہترین جگہ مسجد اور بدترین جگہ بازار ہے۔

(احیاء العلوم، ج:۱، ص:۱۳۱)

سعود عالم

علم میراث

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی شکل میں ایک بہترین قانون زندگی دی ہے جس کو اگر ایمانداری اور سچائی کے ساتھ اپنا لیا جائے تو یقیناً دین ودنیا میں کامیابی وکامرانی حاصل ہوگی، قانون میراث بھی دین کے اہم قوانین میں سے ایک ہے۔

میراث: فقہ اور حساب کے اُن قواعد کے علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے میت کا ترکہ اس کے شرعی وارثوں کے درمیان تقسیم کرنے کا طریقہ معلوم ہو۔

علم میراث کا سیکھنا فرض کفایہ ہے، یعنی ہر زمانہ اور ہر حلقے میں اتنے لوگوں پر اس کا سیکھنا ضروری ہے جس سے امت کی شرعی ضرورت پوری ہوجائے۔

علم میراث کا تعلق فقہ سے ہے جو علم فقہ کا ایک روشن باب ہے، لیکن اپنی اہمیت وفضیلت کی بنا پر اس علم نے ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کرلی ہے۔

اسلام نے علم میراث حاصل کرنے پر بڑا زور دیا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

علم میراث سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ یقیناً میں دنیا سے اٹھا لیا جاؤں گا اور یہ علم بھی عنقریب اٹھا لیا جائے گا، میرے بعد فتنے ظاہر ہوں گے، یہاں تک کہ دو شخص کے درمیان اختلاف ہوگا تو وہ کسی ایسے شخص کو نہ پائیں گے جو اُن کے درمیان فیصلہ کرے۔ (سنن نسائی کبری، ج:۴، ص:۶۳)

آج اس کے اثرات بھی رونما ہونے لگے ہیں۔ بیشتر مدارس میں اس فن میں صرف ایک کتاب ''سراجی'' داخل نصاب ہے جو 'فن میراث' کا مجموعہ ہے، لیکن اکثر درسگاہوں میں پوری کتاب پڑھائی نہیں جاتی اور اگر کسی نے پڑھا بھی تو فرد فرید کی حیثیت رکھنے کی وجہ سے اس کے مضامین ذہن میں نہیں رہ پاتے۔

قرآن کریم میں میراث سے متعلق آیتوں میں جس تفصیل سے میت کے وارثوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں اس کی مثال دیگر مذاہب میں نہیں ملتی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ." (نسا:۱۳)

ترجمہ: مردوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت دار اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت دار۔

اس آیت میں اللہ نے اجمالی طور پر وراثت کے احکام بیان فرمائے ہیں خواہ مال کم ہو یا زیادہ، یہ اللہ کی جانب سے مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی اور پسماندگان میں انھوں نے ایک بیوی اور تین لڑکیاں چھوڑیں، پھر اوس بن ثابت یعنی میت کے دو چچا زاد بھائی اٹھے اور تمام مال پر قبضہ کرلیا۔ میت کے ترکے میں سے نہ بیوی کو کچھ دیا اور نہ لڑکیوں کو کچھ دیا، چونکہ زمانۂ جاہلیت میں نہ عورتوں کو میراث سے کچھ دیا جاتا تھا اور نہ ہی لڑکیوں کو، اُن لوگوں نے یہ اصول بنالیا تھا کہ میراث کے مستحق صرف وہ ہوں گے جو گھوڑے پر سوار ہوں اور دشمنوں کا مقابلہ کرکے مال غنیمت جمع کرسکیں۔

چنانچہ اُن کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں: ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ان لڑکیوں کی پرورش کے لیے کچھ نہیں ہے۔ اس کے مرنے والے باپ نے کافی مال چھوڑا، اور سارا مال چچازاد بھائیوں نے لے لیا اور ہم لوگوں کو کچھ نہیں دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلا کر حکم خداوندی سنایا کہ وراثت اور ترکہ صرف مردوں اور لڑنے والے بہادروں کے لیے نہیں، اس میں میت کے سارے وارثین شریک ہوں گے خواہ مرد ہوں یا عورت۔

مزید اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''تِلْکَ حُدُودُ اللّٰہِ وَمَن یُطِعِ اللّٰہَ وَرَسُولَہُ یُدْخِلْہُ جَنَّاتٍ تَجْرِیْ مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا وَذَلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ وَمَن یَعْصِ اللّٰہَ وَرَسُولَہُ وَیَتَعَدَّ حُدُودَہُ یُدْخِلْہُ نَاراً خَالِداً فِیْهَا وَلَہُ عَذَابٌ مُّهِیْن.'' (نساء: ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: یہ اللہ کی حدیں ہیں جو حکم مانے اللہ و رسول کا، اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ہمیشہ اُن میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اس کی حدود سے بڑھ جائے اسے اللہ آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے خواری کا عذاب ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جو شخص اپنے وارث کی میراث سے بھاگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت سے اس کی میراث کو منقطع کر دے گا۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرائض اہل فرائض کو ادا کرو۔

(بخاری، باب میراث الولد)

ان باتوں سے یقیناً میراث کی فضیلت اور اہمیت کا اندازہ لگانے میں کسی کو کوئی دشواری نہیں ہونی چاہیے، لیکن کیا اس کے باوجود بھی آج مسلمان اپنے وارثین کے حقوق کی ادائیگی میں حساس ہیں، کیا حقدار کو اُن کا پورا پورا حق دے رہے ہیں؟

اگر آپ گہرائی سے مسلم معاشرے کا جائزہ لیں گے تو آپ کو بہت ایسے پڑھے لکھے لوگ مل جائیں گے جنھوں نے قرابت داروں کا حق مارا ہے۔ انھیں یہ جان لینا چاہیے کہ وراثت کے حقوق من جانب اللہ مقرر ہوتے ہیں جو اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جب تک کہ حقدار اپنا حق معاف نہ کردے، لیکن ایسا دیکھنے کو ملتا ہے کہ لوگ اپنی بہنوں اور قرابت داروں سے زور زبردستی سے وراثتی حقوق معاف کراتے ہیں جو اسلامی قانون کے سراسر خلاف ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ: حق میراث حکم شرع ہے کہ رب العالمین نے مقرر فرمایا، کسی کے ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوسکتا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۶، ص:۱۳۳)

اور صفحہ نمبر ۳۴۴ پر فرماتے ہیں:

الارْثُ جَبْرِی لایَسْقُطُ بِالْاِ سْقَاطِ.''

یعنی وراثت ایک جبری امر ہے جو ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا۔

☆☆☆

ماھنامہ خضر راہ
کا پانچ سالہ ممبرشپ
حاصل کریں
صرف -/900 روپے میں۔

تصوف پر علمی، تحقیقی ودعوتی مجلّہ

کتابی سلسلہ **الاحسان** الہ آباد

مدیر: حسن سعید صفوی

مرتبین: مجیب الرحمٰن علیمی، ذیشان احمد مصباحی، ضیاء الرحمٰن علیمی، رفعت رضا نوری

تیسرے شمارے کی جھلکیاں

☆ تصوف اور صوفیہ: علامہ ابن حجر ہیتمی کی نظر میں ☆ صوفی خواتین: ایک جائزہ ☆ بیعت واجازت احادیث کی روشنی میں ☆ حافظ ابن قیم جوزی اور ان کا ذوق تصوف ☆ الغزالی بین مادحیہ اور ناقدیہ: ایک تجزیاتی مطالعہ ☆ غزالی اور مسئلہ تکفیر: ایک جائزہ ☆ حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے اصلاحی کارناموں پر خصوصی گوشہ ☆ خانقاہ عالیہ رشیدیہ جون پور کی تاریخ اور کارناموں پر خصوصی تحریر اور صاحب سجادہ مفتی عبید الرحمٰن رشیدی کا تفصیلی انٹرویو ☆ عصر حاضر میں احیاء تصوف کا کام کن اصولوں کے تحت ممکن ہے؟ پر خصوصی بحث وغیرہ۔

الاحسان حاصل کرنے کے پتے:

۱۔مکتبہ امام اعظم ،۴۲۵/۲، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔۶ رابطہ نمبر:9560054375 ۲۔رضوی کتاب گھر،۴۲۳، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی 011-23264524 ۳۔دکن ٹریڈرس،۲۳-۲-۳۷۸، مغل پورہ، حیدر آباد (آندھرا پردیش) 040-24521777 ۴۔نیو سلور بک ایجنسی،۱۴، محمد علی بلڈنگ، محمد علی روڈ ممبئی 022-23478970 ۵۔رضا اکیڈمی، نزد رضا جامع مسجد، ۶۵/۱، واسو بابو بگان، کمرہٹی، کولکاتا 9433210940 ، ۶۔امدادیہ بک ڈپو، جامع مسجد گیٹ، ہزاری باغ، جھارکھنڈ 9835523993 ۷۔نوری کتاب گھر، سید سادات مسجد، بما پور، ہبلی، کرناٹک 9343109363 ۸۔برکاتی بک ڈپو، عمران گیسٹ ہاؤس کمپلیکس، خواجہ بازار کے پیچھے، چھوٹا روضہ، گلبرگہ 9739752587 ۹۔تاج بک ڈپو، موہن پورہ، ناگ پور، مہاراشٹر۔

ناشر: شاہ صفی اکیڈمی جامعہ عارفیہ/خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد، یوپی

آفس: 47/14 فرسٹ فلور، ایچ بلاک، بٹلہ ہاؤس، اوکھلا، نئی دہلی۔۲۵

E-mail: alehsan.yearly@gmail.com / shahsafiacademy@gmail.com

9899156384 / 8081898965 / 9026981216

مدارس/غیر سرکاری تنظیمیں/ادارے قومی کونسل سے مالی تعاون حاصل کریں

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان وزارت ترقی انسانی وسائل شعبۂ ثانوی و اعلا تعلیم (Ministry of Human Resource Development, Department of Secondry & Higher Education)، حکومت ہند کے ماتحت ایک خودمختار ادارے کی حیثیت سے قائم ہوئی اور پہلی اپریل 1996 سے یہ ادارہ سرگرم عمل ہے۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، حکومت ہند کی مختلف منظور شدہ اسکیموں کے تحت غیر سرکاری تنظیموں اور افراد کو مالی تعاون فراہم کرتی ہے۔ رضا کار تنظیمیں/ سوسائٹیز/ خیراتی ادارے/ ٹرسٹ جو مناسب مرکزی یا ریاستی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہوں، اردو زبان کی ترقی سے متعلق کسی اسکیم کے تحت مالی تعاون کے لیے درخواست دینے کے اہل ہیں۔

چند اسکیموں کی تفصیلات دی جارہی ہیں:

اردو تدریس کے لیے مالی تعاون کی اسکیم

اس اسکیم کے تحت اردو زبان کی تدریس کے فروغ کے لیے غیر سرکاری تنظیموں کو مالی تعاون فراہم کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے غیر سرکاری تنظیموں کو اردو میں کونسل کا فاصلاتی تعلیم کورس یعنی انگریزی اور ہندی کے ذریعے اردو زبان کا ایک سالہ ڈپلوما کورس چلانے کے لیے ایک اردو اسٹڈی سنٹر قائم کرنا ہوگا۔

اردو زبان مین کونسل کا ایک سالہ ڈپلوما کورس چلانے کے لیے اہلیت:

1۔ سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ کے تحت تین سال سے رجسٹرڈ ہوں۔

2۔ کار خیر کے لیے تعلیمی سرگرمیوں سے وابستہ ہوں۔

3۔ کورس چلانے کے لیے تقریباً 37.5 مربع میٹر جگہ۔

4۔ ایک سینٹر میں کم از کم 25 طلبہ رجسٹرڈ ہونے چاہئیں۔

سیمینار، کانفرنس، ورکشاپ کے لیے مالی تعاون کی اسکیم

اس اسکیم کے تحت افراد، رضا کار تنظیموں کو لسانی، ادبی اور تہذیبی روایات کے موضوع پر سیمینار، کانفرنس، ورکشاپ منعقد کرنے کے لیے مالی امداد فراہم کی جاتی ہے۔

تعاون کی نوعیت:

1۔ جگہ کی بکنگ

2۔ شرکا کے لیے سکنڈ اے سی کا سفر خرچ اور کھانے کے اخراجات

3۔ عالمانہ مقالوں کے لیے اعزازیہ -/1000 فی مقالہ

4۔ متفرق/Contingency مصارف جو 5000 روپے سے زائد نہ ہوں۔

اہلیت:

اسکالر اور رضا کار تنظیمیں/سوسائٹی/ ٹرسٹ/ یونیورسٹی کے شعبے جو مناسب مرکزی یا ریاستی ایکٹ کے تحت گذشتہ تین برسوں سے رجسٹرڈ ہوں اور تعلیمی امور کے فروغ سے وابستہ ہوں۔

عربی تدریس کے لیے مالی تعاون کی اسکیم

اس اسکیم کے تحت عربی زبان کی تدریس کے فروغ کے لیے غیر سرکاری تنظیموں کو مالی تعاون فراہم کیا جاتا ہے۔ وہ غیر سرکاری تنظیمیں جو اپنے احاطوں میں باضابطہ نظام کے تحت عربی، فارسی کلاسیز چلانے کے لیے اس زبان کو پڑھاتی ہیں، اس سے مستثنٰی ہیں۔ غیر سرکاری تنظیموں کو عربی میں فاصلاتی تعلیم کورس، یعنی فنکشنل عربی دو سالہ ڈپلوما چلانے کے لیے ایک عربی اسٹڈی سنٹر قائم کرنا ہوگا۔

فنکشنل عربی ایک سالہ/ دوسالہ ڈپلوما کورس چلانے کے لیے اہلیت:

1۔ تین سال پرانے رجسٹرڈ مدرسے/ رضا کار تنظیمیں/ غیر سرکاری تنظیمیں۔

2۔ کار خیر کے لیے تعلیمی سرگرمیوں سے وابستہ ہوں۔

3۔ کورس چلانے کے لیے تقریباً 37.5 مربع میٹر جگہ۔

4۔ ایک سینٹر میں کم از کم 25 طلبہ رجسٹرڈ ہونے چاہئیں۔

مدرسوں/ رضا کار تنظیموں/ غیر سرکاری تنظیموں کے ذریعے مندرجہ ذیل بنیادی سہولیات فراہم کرنا ضروری ہے:

☆ کم از کم 25 طلبہ کے لیے میز اور کرسیاں یا لکھنے کی کرسیاں۔

☆ جز وقتی معلم کے لیے ایک میز اور ایک کرسی۔

☆ سفید، سیاہ بورڈ

☆ وابستہ سہولیات کے ساتھ ایک آفس

☆ روشنی، ٹوائیلیٹ، پینے کے پانی وغیرہ کی سہولیات، لڑکیوں کے لیے علیحدہ ٹوائیلٹ

☆ ایک سائن بورڈ جس کی پیمائش 4x6 سائز سے کم نہ ہو اور درست جگہ پر لگایا گیا ہو۔

عربی معلم کے لیے اہلیت:

عربی زبان میں گریجویٹ سطح کی استعداد اور اردو، انگریزی زبان کی معقول سمجھ۔

مالی تعاون کی حد:

☆ جز وقتی عربی اساتذہ کے لیے -/3500 روپے ماہانہ اعزازیہ، 25 سے 49 طلبہ کے لیے ایک معلم، 50 سے 99 طلبہ کے لیے دو معلم، 100 سے زیادہ طلبہ کے لیے تین معلم، ایک اسٹڈی سنٹر میں زیادہ سے زیادہ تین معلم ہوں گے۔

☆ مجموعی تعداد کے 25 فی صد طلبہ کو -/100 روپے ماہانہ وظیفہ جو منتخب صورتوں میں ہوگا۔

☆ اسٹیشنری، ڈاک اخراجات، کورس مواد کے لیے لوکل ٹرانسپورٹ خرچ، بجلی، فون، پانی وغیرہ کے لیے -/700 روپے ماہانہ۔

☆ ریکارڈ کیپر کے لیے -/500 روپے ماہانہ، ان عربی اسٹڈی سینٹروں کے لیے جہاں 150 سے زیادہ طلبہ رجسٹرڈ ہوں۔

قومی کونسل کے مندرجہ بالا اسکیموں کے علاوہ اور بھی درجنوں اسکیمیں ہیں۔ مثلاً:

مسودات کی اشاعت کے لیے مالی تعاون کی اسکیم

کتابوں رسائل جرائد کی تھوک خریداری کی اسکیم

قلیل میعادی مطالعہ (شارٹ ٹرم اسٹڈی) کے لیے مالی تعاون کی اسکیم

پروجیکٹ کے لیے مالی تعاون کی اسکیم

کمپیوٹر اپیلی کیشن اینڈ ملٹی لنگول ڈی۔ ٹی۔ پی سینٹر قائم کرنے کی اسکیم۔

کیلی گرافی اور گرافک ڈیزائن کے لیے مالی تعاون کی اسکیم

ان شاء اللہ وقتاً فوقتاً ان کی تفصیلات بھی دی جائیں گی۔

مشمولہ تحریروں میں الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ثناخوانی	اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا	آغوش	سایہ، گود
سخن دانی	زبان پر قدرت والا	تنگ دست	غریب، پیسے کا محتاج
شفیع الوریٰ	مخلوق کی شفاعت کرنے والا، مراد حضور	سکینہ	اطمینان
تجلی حق	اللہ تعالیٰ کا جلوہ	التماس	گذارش، اپیل
مقرب	قریبی، نزدیکی	سند کی تخریج	روایت کا حوالہ پیش کرنا
داعی اسلام	اسلام کی طرف بلانے والا	مکتوب	کتاب، خط
فلاح	کامیابی	رسائی	پہنچ
خشیت	ڈر، خوف	باقیات صالحات	تبرکات، بزرگوں کی نشانیاں
تقویٰ	اللہ کا ڈر	نایاب	کم ملنا
غضب	غصہ	ناقلین	نقل کرنے والے، بیان کرنے والے
مزین	سجا سجایا	تشدد	سختی
اخلاق حسنہ	اچھے اخلاق	قدآور	بڑا
اوصاف رذیلہ	بری عادتیں	شادکام	خوش ہونے والا
منزہ	پاک ہونا	سعادت	نیک بختی
مشاہدہ	دیکھنا	ولولہ انگیز	جوشیلہ
تنبیہ	خبردار کرنا	حرص	لالچ
عمل صالح	نیک کام	خوش اسلوبی	اچھا طریقہ
قادر	طاقت وقدرت والا	مراقب	یاد الٰہی میں کھونے والا
متصرف	جو چاہے کرنے والا، مراد اللہ	کفایتی رزق	جو رزق کافی ہو
روگردانی	کسی سے منہ موڑنا	اضطراب	پریشانی
بیع	بیچنا	باطن	چھپا ہوا، پوشیدہ

مشمولہ تحریروں میں الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
شرک خفی	جو کام خالص اللہ کے لیے نہ ہو	انفس وآفاق	جان اور دنیا
محاسبہ	حساب لینا	قادر مطلق	تنہا قدرت والا۔ مراد اللہ تعالیٰ
مراجعہ	اللہ کی جانب لو لگانا	تصرف	اختیار
مراقبہ	اللہ کی یاد میں گم ہونا	نفع وضرر	فائدہ اور نقصان
مغفرت	بخشش	شامت نفس	جان کی پریشانی
پاکیزہ رزق	حلال رزق	صانع	بنانے والا
متصف	کسی خوبی کا ہونا	صحاح ستہ	حدیث کی چھ مشہور کتابیں
ناآشنا	نامعلوم	تجدید	نیا کرنا
لرزہ براندام	کانپنا	عریانیت	ننگا پن، بے ہودگی
تصدیق وایقان	سچ ماننا اور یقین کرنا	فراموش	بھلا دینا
استحکام	مضبوط	تابعدار	اطاعت کرنے والا
مدارج	درجے، مقامات	ترکہ	میت کا مال
عقاب	سزا	خواری	رسوائی
اضافہ	بڑھوتری، زیادتی	ساقط	گرنا، ختم کرنا
کسب	کمانا	جبری امر	ضروری حکم
کارساز	کام بنانے والا	ذخیرہ	جمع پونجی
محمول	کسی پر ٹکا ہونا	مشرق وسطیٰ	مراد مسلم ممالک
دریغ	افسوس	متاع	سامان
توانائی	طاقت	مضحکہ خیز	مذاق اڑانے والا
توکل	بھروسہ، مراد اللہ پر بھروسہ کرنا	مفاخرت	فخر
عارفین	اللہ والے	فسق وفجور	بری باتیں

نوٹ: مذکورہ بالا الفاظ کے معانی اور مفاہیم مشمولہ مضامین کے مفاہیم کے اعتبار سے دیے گئے ہیں۔

شاھی پروڈکٹس

کے لیے

مندرجہ ذیل ایجنسیوں پر رابطہ کریں۔

حافظ سرفراز دھاراوی ممبئی
09323861303

خانقاہ نعمتی مٹیا برج، کولکاتہ
09831746380

دہلی آفس: 47/14 فرسٹ فلور، ایچ بلاک، بٹلہ ہاؤس، اوکھلا، نئی دہلی۔ ۲۵

09899156384

مذھبی کتابوں کا عظیم مرکز

خواجہ بک ڈپو

اردو بازار، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی

دہلی میں علمائے اہل سنت، صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ نادر ونایاب تصانیف کی طباعت واشاعت، اور ہر قسم کی کتابوں اور رسالوں کی کمپوزنگ اور کتابت سے لے کر طباعت تک کے تمام کام کم سے کم وقت میں مناسب اجرت پر کیے جاتے ہیں۔

کلینڈر، پوسٹر، رسیدیں اور جلسہ وجلوس کے اشتہارات کی چھپائی کے لیے ہم سے رابطہ کریں۔

نوٹ: مذہبی کتابوں کے آرڈر بھی بک کیے جاتے ہیں۔

پروپرائٹر: **غلام حسن**، 08800519419/09313086318

ماھنامہ خضر راہ حاصل کرنے کے پتے

قاری سرفراز، دھاراوی،ممبئی09323861303

شیخ جاوید اقبال،شیلیس نگر،ممرا۔مہاراشٹر,09322865066

رضا بک سینٹر، روشن گلدار لین،ٹکیہ پارہ،ہاوڑہ9330462827

محمد سلمان، سلاگٹہ،چکبالم پور،کرناٹک09880095263

عزیز صدیق احمد ، ایچ،کے،پی روڈ،بنگلور09343324034

عادل نورانی، الامین مسجد،سلطانیہ جمخانہ،سورت۔9897657786

حافظ نیر اعظم، کینٹ روڈ،لال باغ لکھنؤ09125139191

حافظ ابو الکلام، رتوارا،چندن،مظفرپور،بہار

مدرسہ عارفیہ سعید العلوم، شیرگھاٹی،گیا،بہار9939479919

دلکش بک ڈپو، رام گڑھ،جھارکھنڈ۔9798306353

مراد علی، بارون بازار،اورنگ آباد،بہار9507840625

انصار بک ڈپو، بارہ پتھر،ڈہری اون سون،بہار8603741579

مولانا عبد الودود، النور مسجد،جنک پوری،نئی دہلی9650203792

اخبار ایجنسی،شاہین باغ ہائی ایکسٹینشن روڈ،نئی دہلی

بک ایمپوریم،اردو بازار،سبزی باغ،پٹنہ۔9304888739

ابو میانز شاھی اسٹور،نوراللہ روڈ،الہ آباد۔9839457055

محمد امتیاز، کنڈا،پرتاپ گڑھ،اتر پردیش8808646082

حافظ شبیر شاداب، دُرگ،چھتیس گڑھ7869230382

عمران احمد، **بابو پوروا**، **کانپور**،989310183

چشتی بک ڈپو، نیئر مین گیٹ،درگاہ اجمیر شریف

حجاز بک ڈپو، سیف آباد،پٹی پرتاپ گڑھ،یوپی۔9839112969

محمد ابراھیم، شولاپور،مہاراشٹر09421067863

مظھر عالم ۔2مارکوس لین،کولکات،14۔9330931653

خانقاہ نعمتی،ٹیابرج،کولکاتہ۔09831746380

مولانا مشتاق، بیلگام،کرناٹک08147449067

اسلم بھائی،ہاؤسنگ بورڈ،مڈگاؤں،گوا۔09763900918

عبد اللہ بک ڈپو، پونچھ،جموں وکشمیر

مولانا منور حسین،سمنان گارڈن،کیمپبل روڈ لکھنؤ۔9889245245

دار العلوم تاج الشریعہ، مصری گنج،مدھوبنی،بہار۔9931431786

امدادیہ بک ڈپو، جامع مسجد روڈ،ہزاری باغ،9835523993

محمد اجمل، جپلا،پلاموجھارکھنڈ۔9430002405

حافظ عبد اللطیف،نیل کوٹھی،ڈہری اون سون،رہتاس،بہار

امام مسجد بدا خاں، کھٹک پورہ،فرخ آباد،یوپی۔8858839054

خان بک ڈپو، درگاہ مہرولی،نئی دہلی

رضا بک سیلر، کمپنی باغ مظفرپور،بہار9709634293

مولانا غلام سبحانی،جامع مسجد،مہیندرو،پٹنہ۔9386979260

مولانا ضیاء المصطفیٰ، جے کے آشیانہ،کریلی،الہ آباد

محمد زبیر عالم،گریاواں،منصورآباد،الہ آباد۔9795252994

بخشی انصاری، کوربا،چھتیس گڑھ9993197956

مدرسہ حنفیہ صوفیہ، گاندھی چوک،ناگور

شکیل عارفی، فتح پور،یوپی۔9415539669

الجامعۃ الاسلامیہ، جیت پورا،نئی دہلی

نوٹ: ایجنسی حاصل کرنے کے خواہش مند حضرات رابطہ کریں:09312922953